امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 — مورخہ ۲۴؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۵؍فروری ۲۰۲۴ء روز سوموار — شمارہ نمبر:06

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- خود احتسابی کی ضرورت
- عہد وسطیٰ میں مذہبی رواداری
- گفتگو اور اس کے تقاضہ
- علماء کرام کا مقام ومرتبہ
- روح کی بیماریاں اوران کا علاج
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

بین السطور

معراج: عروج آدم خاکی، کی انتہا یہ ہے

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

انسان کو اللہ رب العزت نے مٹی سے پیدا کیا، اسے نوری مخلوق فرشتوں پر فوقیت دیا، آتشیں مخلوق جنات بھی اس خاکی انسان کی عظمت کو نہیں پہونچ سکے، اللہ رب العزت نے بنی آدم کو مکرم بنایا، باعزت وباعظمت بنایا، تخلیقی اعتبار سے اسے ساری مخلوقات میں ممتاز کیا اور اس کی تخلیق کو خود ہی اللہ نے احسن تقویم کہا یعنی انسان کو اچھے سانچے میں ڈھالا، اس کے اندر ظاہری اور باطنی ایسی ایسی خوبیاں جمع کر دیں، جس کی وجہ سے وہ فرشتوں سے سبقت لے گیا اور مسجود ملائک قرار پایا۔

ماہ وسال گذرتے گیے، انبیاء ورسل آتے رہے، جاتے رہے، مدت ختم ہوتی رہی، لوگ گم گشتہ راہ ہوتے رہے، انسانیت سسکتی رہی، ظلم وستم نے اپنے دست وبازو پھیلا دیے، کعبۃ اللہ بھی بتوں کی آماجگاہ بنا دیا گیا، عورتوں کی عزت سر بازار نیلام ہوتی رہی، اور لڑکیاں زندہ دفن کی جاتی رہیں، کوئی گناہ ایسا نہیں تھا جسے شیاطین نے انسان تک نہ پہونچا دیا ہو اور لوگ اس میں مبتلا نہ ہوئے ہوں، ایسے میں رحمت خداوندی جوش میں آئی اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم پھر سے لے جانے کے لئے آقا ومولا فخر موجودات، سرور کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، آپ نے لوگوں میں اسلام کی دعوت کا کام شروع کیا، اپنے بھی بے گانے ہو گئے اور بیگانوں کی بیگانگی نے ساری سرحدیں توڑ دیں، نت نئے اور نوع بنوع مظالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء پر توڑے گئے، جسم اطہر پر اوجھ ڈالی گئی، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا گیا، ان مصائب وآلام اور آزمائش کے ساتھ دعوت کا کام جاری رہا، آپ اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کے لیے طائف گئے، وہاں کے اوباشوں نے آپ پر پتھر کی بارش کر دی، پائے مبارک لہولہان ہو گئے، زخموں سے چور جب آپ بیٹھ جاتے تو اوباش بچے آپ کو اٹھا دیتے اور جب چلنے لگتے تو پتھر برساتے، دل ودماغ کا منتشر ہونا لازمی تھا اور زبان مبارک پر دعاؤں کا جاری ہونا تقاضۂ بندگی، اللہ ہر حال سے واقف تھا اور محبوب کے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنا چاہتا تھا، اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکاون برس نو مہینے کی ہوئی اور منصب نبوت اور اعلان نبوت پر دس سال گذر گیے تو اللہ نے جیتے جاگتے، جسم وروح کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس بلانے کا فیصلہ کیا، تاریخ ۲۷؍رجب کی تھی، جب آدم خاکی کو اللہ نے ایسا عروج عطا فرمایا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا، قربت الٰہی کا وہ مقام کسی اور کے نصیبے میں نہیں آیا ہے، اور نہ آئے گا، سفر کے لیے تیز رفتار سواری براق فراہم کرائی گئی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لایا گیا، تمام انبیاء کی امامت کرائی گئی، عروج، مسجد اقصیٰ سے شروع ہوا، آسمان وزمین کی سیر کے بعد جنت وجہنم کا مشاہدہ کرایا گیا، بدعملی کی سزا دکھائی گئی، انبیاء ورسل سے ملاقات کرائی گئی اور پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ سے بیت المعمور تک پہونچے، جبرئیل نے بھی ساتھ چھوڑا، دو نیزے اور اس سے کم کی دوری خلوت میں رہ گئی، تو اللہ رب العزت نے محبوب کو تحفے پیش کیے اور جو حکم دینا تھا، دیا، بندگی صرف رب کے کرنے کی ہدایت دی گئی، والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم سے نوازا گیا، ان کو جھڑکنے اور اف کہنے تک کی ممانعت کی گئی، ان کے لئے محبت وشفقت سے کاندھے جھکانے اور بارگاہ خداوندی میں ان کے لیے رحمت کی دعا مانگنے کی تلقین کی گئی، قتل وزنا وعدہ خلافی، یتامیٰ کے مال پر تصرف سے دور رہنے کو کہا گیا، فضول خرچی سے بچنے کی تلقین کی گئی اور فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا، اس موقع سے سب سے بڑا تحفہ نماز کا ملا، ساری عبادتیں اسی زمین پر نازل کی گئیں اور جبریل کے ذریعہ بھیجی گئیں، لیکن نماز کا تحفہ رب نے اپنے یہاں بلا کر عطا فرمایا، اب کسی کو معراج نہیں ہوگی، لیکن مؤمن اگر اپنے اندر معراج کی کیفیت محسوس کرنا چاہتا ہے تو اسے نماز سے لو لگانا ہوگا، نماز اللہ سے سرگوشی کا بہترین ذریعہ ہے، اسی لیے نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں سرگوشی کی، اپنی باتیں رکھیں، امت کی فلاح کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی سلامتی میں نیک ایمان والوں کو شامل کر لیا اسی طرح بندہ بھی جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنی باتیں دعاؤں کی شکل میں اللہ کے سامنے رکھتا ہے، اپنے سلام میں نیک بندوں کو شامل کرتا ہے، اللہ کی مسلسل عبادت کے نتیجے میں اس کی بندگی اس احساس کے ساتھ ہوتی ہے کہ جیسے وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر اس مقام تک نہیں پہونچتا ہے تو کم از کم وہ یقین واعتماد کے اس مقام تک پہونچ جاتا ہے جہاں ہر وقت اسے خدا کی نگرانی اور اس کے دیکھنے کی کیفیت محسوس ہوتی ہے، یہ مقام پہلے سے کم تر سہی، لیکن اس مقام کو بھی پا لینے کے بعد گناہوں کے ارتکاب، بدعملی اور بے عملی سے انسان نجات پا جاتا ہے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور کوئی کام بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر میں نہیں کر سکتا۔

معراج کا واقعہ سادہ سا واقعہ نہیں ہے، یہ اس بات کا اعلان ہے کہ آپ نبی قبلتین ہیں اور آپ کی آمد سے صدیوں سے جاری بنی اسرائیل کی تولیت کا خاتمہ ہو گیا اور اب قیامت تک یہ مقام ومنصب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا گیا، قرآن کریم میں اس سفر کے جو مقاصد بیان کیے گیے ان میں سے ایک، آسمان وزمین کی کچھ نشانیاں دکھانی تھیں، یہ نشانیاں کیا تھیں، ہمارے پاس اس کی ترجمانی کے لیے الفاظ نہیں ہیں، کیوں کہ الفاظ کا دائرہ ہمارے محسوسات، مشاہدات اور تعلقات سے آگے نہیں بڑھتا، واقعہ یہ ہے کہ عالم بالا کی نشانیاں انسانی محسوسات اور عقل وتصور سے ماوراء ہیں، اس لیے اس کی عکاسی الفاظ میں ممکن نہیں، اللہ کے فضل وتوفیق اور اس کی قدرت کاملہ کے طفیل اللہ کی ان نشانیوں کو الفاظ کا جامہ پہنا بھی دیا جائے تو انسانی دماغ، ان کے سمجھنے کے بعد قوت برداشت کہاں سے لائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تاب نظر بھی نا قابل برداشت تھا اس لیے وہ جلوہ کو دیکھ نہ سکے، چکرا کر گر پڑے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا کہ اللہ نے تاب نظر بھی بخشی اور حد نظر سے آگے تک جانے کا موقع عنایت فرمایا ایک ایسا مقام جہاں سے اوپر جانے میں جبریل کے بھی پُر جلتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ معراج کے واقعہ پر جسمانی، روحانی، بیداری اور خواب کی حالت کے حوالے سے بڑی بحثیں کی گئی ہیں، سب نے فہم وفراست کے دائرہ میں اسے دیکھا اور چونکہ معیار فہم الگ الگ ہوتا ہے، اس لیے اختلافات ہوئے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اس وقت سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا، یعنی نہ تو یہ مکمل خواب تھا اور نہ یہ ایسا واقعہ تھا جسے جاگے میں دیکھا جاتا ہے، یعنی ان دونوں سے الگ حالت تھی اور انسان یا تو سوتا ہے یا جاگتا ہے، اس لیے الفاظ بھی اس کے یہاں انہیں دونوں حالات کے لیے پائے جاتے ہیں، ایک تیسری حالت جو معراج کی رات آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر گذری، ہمارے فہم وادراک سے بالا اور ہمارے پاس اس کی تعبیر کے لیے الفاظ نہیں ہے۔ رہ گئی بات عقل وخرد کی، تو معجزات اسی کو کہتے ہیں جو فطری نہ ہو، خرق عادات پر مشتمل ہو، اس کے باوجود ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ جسمانی معراج بھی عقل وخرد سے بعید نہیں ہے؛ کیونکہ جو اللہ آسمان ستارے اور سیارے کو فضا میں تھام رکھنے پر قادر ہے، اس کے ذریعہ انسانی جسم کو خلا میں لے جانے اور روشنی کی رفتار سے زیادہ تیز لے جانے میں کون سی بات خلاف عقل ہے، ہندوستان میں اس واقعہ کی یاد میں شب معراج ہر سال منایا جاتا ہے، بعض لوگ روزے رکھتے ہیں اور بعض جشن معراج نبی منعقد کرتے ہیں، جلسے جلوس کا اہتمام ہوتا ہے، ہمیں خوب یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس شب معراج کے بعد اب کوئی دوسری شب معراج نہیں آئے گی، تاریخیں آتی جاتی رہتی ہیں، لیکن ہر سال رجب کی ۲۷؍ تاریخ کو اس معراج سے کیا نسبت ہے، جس رات آقا صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے، خوب سمجھ لینا چاہیے کہ شب معراج ہر سال نہیں آتی، صرف تاریخیں آتی ہیں، اور یہ یاد دلاتی ہیں کہ اللہ رب العزت نے آدم خاکی کو کیسا عروج بخشا ہے، بقول اقبال:

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

اچھی باتیں

”زبان سے معاف کرنے میں وقت نہیں لگتا، مگر دل سے معاف کرنے میں عمر بیت جاتی ہے ☆ لوگ اکثر نرم لہجے میں سخت بات کہہ جاتے ہیں ان کے الفاظ کی تپش بھولنے میں ایک عمر لگ جاتی ہے ☆ چلنے والے دو پیروں میں کتنا فرق ہے، ایک آگے رہتا ہے اور ایک پیچھے، مگر نہ تو آگے والے کو آگے ہونے کا غرور ہوتا ہے اور نہ پیچھے والا اپنی اہانت سمجھتا ہے کیوں کہ انہیں معلوم ہے کہ پل بھر میں آگے والا پیچھے اور پیچھے والا آگے ہو جائے گا ☆ عقل چھوٹی ہو تو زبان لمبی ہو جاتی ہے ☆ کبھی بھی کوئی فیصلہ غصہ کی حالت میں مت کیجئے، کیوں کہ ابلتے ہوئے پانی میں تو اپنا عکس بھی دکھائی نہیں دیتا ☆ دنیا کا سب سے مشکل کام اپنوں میں ”اپنا“ ڈھونڈھنا ہے۔ ☆ ”وقت“ کو وقت سے پہلے سمجھنے کے لیے وقت نکالنا پڑتا ہے ☆ کتابوں پر دھول جم جانے سے کہانی نہیں بدلتی۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

”وزیر اعظم مودی نے کہا ہے کہ وقت کا پہیہ گھوم رہا ہے، یقیناً وقت کا پہیہ گھومتا ہے وہ ایک جگہ منجمد نہیں ہوتا وہ کبھی کسی کے ہاتھوں میں طاقت وقوت بخش دیتا ہے تو کبھی اس سے سب کچھ چھین لیتا ہے، کیا کسی نے سوچا تھا کہ اگر کبھی رام مندر بنا تو اس کے افتتاح میں اڈوانی، جوشی، کٹیار، اوما بھارتی، سادھوی رتمبھرا اور دوسرے ان لوگوں کو جو کہ رام مندر کی تحریک میں پیش پیش رہے ہیں کوئی بھاؤ نہیں دیا جائے گا، انہیں اسٹیج سے دور رکھا جائے گا، کسی کو سامعین میں جگہ ملے گی، کسی کو وہاں بھی نہیں، تقریب کے دوران سامعین میں بیٹھی تین سرکردہ خواتین اوما بھارتی، سادھوی رتمبھرا، سادھوی نرنجن جوتی نے اشک بار آنکھوں سے ایک دوسرے کو گلے لگایا، ایک مبصر نے کہا کہ یہ آنسو رام مندر کی تعمیر کی خوشی میں ہو سکتے ہیں، لیکن ان میں خوشی سے زیادہ اپنی توہین کا غم بھی شامل ہے۔ (سہیل انجم، انقلاب ۲۳؍جنوری)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عزت و بڑائی - مال و دولت میں نہیں

"اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا" (سورہ کہف:۳۴) میں تم سے مال میں زیادہ اور طاقت میں بڑھ کر ہوں۔

مطلب: زمانہ جاہلیت میں مال و دولت اور اولاد کی کثرت عظمت و فخر کی نشانی سمجھی جاتی تھی، اس سے بہرور شخص نہایت ہی گھمنڈ سے کہتا تھا کہ میں تم سے مال و دولت میں بڑھ کر ہوں، دراصل اس سے اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کا ایک واقعہ ذکر کیا، ان میں سے ایک مسلمان ہے اور دوسرا ایمان سے محروم، جو ایمان سے محروم ہے وہ دولت و عزت کا مالک ہے، وہ غرور میں مبتلا ہے، دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتا ہے، اپنے غریب دوست کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اللہ کا ناشکرا ہے، دوسرا شخص مسلمان ہے، غریب و نادار ہے، لیکن اللہ پر توکل و بھروسہ رکھتا ہے اور اس کا شکر بجالاتا ہے، بالآخر اس متکبر اور دولت مند شخص کی ساری دولت اللہ کے حکم سے ختم ہو جاتی ہے اور ہرے بھرے باغات جن پر اسے ناز تھا، چٹیل میدان میں بدل جاتا ہے (تفسیر قرطبی:۳۹۹/۱۰) حقیقت یہ ہے کہ دونوں مزاج کے لوگ ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں اور پائے جاتے رہیں گے، چنانچہ عہد نبوت میں بھی مالدار یہود و نصاریٰ اور مشرکین و کفار اپنے کو برتر سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لئے تکذیب کرتے تھے کہ ہم آپ کو کیسے نبی مان لیں جبکہ آپ کی متبعین نچلے درجے کے غریب لوگ ہیں، نہ ان کے رہنے سہنے کا کوئی معقول ٹھکانہ ہے اور نہ ہی وہ صاحب حیثیت ہیں اور ہم مال و دولت اور اولاد والے ہیں، گویا وہ مادی زندگی کی دل فریبی کو ہی دائمی اور حقیقی سمجھتے تھے، چنانچہ قرآن مجید نے ان کی کج روی کو دور کرتے ہوئے کہا کہ عظمت و کبریائی کے لائق صرف خدا کی ذات ہے، مادی زندگی کی رونق عارضی اور ختم ہونے والی ہے اور باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، مگر مالدار مشرکین اپنی بے راہ روی پر قائم رہے، نتیجہ جنہیں ہدایت نہیں ملی وہ عذاب الٰہی کے شکار ہوئے، کچھ تو غزوہ بدر میں ٹھکانے لگادئے گئے اور وہ چند عتاب خداوندی میں مبتلا ہوئے، ان کی دولت کسی کام میں نہ آئی، لیکن ستم ظریفی کہئے کہ آج بھی عزت و بڑائی مال و دولت کو سمجھا جارہا ہے، لوگ حصول جاہ و حشمت کیلئے اللہ کے در کو چھوڑ کر نہ جانے کن کن دروں پر دستک دے رہے ہیں، شہرت، نمود، اعزاز اور عہدے کیلئے ارباب حکومت اور اصحاب اثر کے آستانوں پر جبیں رسائی اور ضمیر و ایمان کو داؤں پر لگادینا ان کا شعار ہو گیا ہے، اخلاق و کردار کی اس پستی اور غیرت و خودداری کے اس فقدار پر آسمان و زمین ہر جگہ ماتم بپا ہے، ایک مومن کو ان مادی زندگی کے زرق و برق سے دور رہنے چاہئے اور اللہ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر شکر بجالانا چاہئے۔

تین بری عادتیں

"حضرت حارث بن وہبؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ ضرور بتلائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرکش، بخیل اور متکبر جہنمی ہے" (متفق علیہ)

وضاحت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں امت کی دینی و اخلاقی کمزوری کی نشاندہی فرمائی اور اس سے بچنے کی تاکید کی، کیونکہ اس سے لوگوں کو روحانی اور مادی نقصانات پہونچتے ہیں، ان کی معاشرت تباہ و برباد ہوتی ہے جب کسی قوم میں سرکشی، غرور اور تکبر جیسی بری خصلتیں عام ہو جاتی ہیں، تو وہ پوری قوم کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتی ہیں، سرکش انسان دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرتا ہے اپنی غرض یا غصہ سے اندھا ہو کر دوسروں پر ظلم کر بیٹھتا ہے، یہ اندھاپن قیامت کے دن ہولناک دن میں اندھیرا بن کر نمودار ہوگا، اس لئے سب مل کر ظالم کو اس کے ظلم سے روکیں اور اس کو خدا کے قانون کے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور کریں، اگر ایسا نہیں کیا گیا تو وہ پوری قوم اور ملک کے امن و امان کو برباد کر ڈالے گا، دوسرا وہ مالدار صاحب ثروت انسان جو اپنی دولت کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے گھبراتا ہے کہ مال کم ہو جائے گا، اس لئے وہ بخالت اور کنجوسی سے کام لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی دولت ہمیشہ رہنے والی ہے گویا اس کی محبت کا مرکز صرف دولت ہوتی ہے اور اسی کو زندگی کا مقصود جانتا ہے خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ میری محبت کی دولت سے محروم رہیں گے اور دنیا میں بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار رہے گا، سب کچھ پاس ہونے کے باوجود اس کو نہ اچھا کھانا میسر ہوگا اور نہ اچھا پہننا، نہ عزت نصیب ہوگی اور نہ ہی کوئی مقام و مرتبہ حاصل کر سکے گا، ہر شخص اس کو ذلیل و خوار تصور کرے گا، اور جب اس کی آنکھ بند ہوگی تو پھر اس کے وارثین اس کی دولت کو اللے تللے اڑادیں گے، بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جس اولاد کے لئے وہ خود ساری عمر تکلیف اٹھا کر دولت جمع کیا تھا وہ اس مال مفت کو دم کی دم میں اڑا دیتی ہے اور ہزاروں بری عادتوں میں مبتلا اور آخر میں مفلس و قلاش ہو جاتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بخل شریعت کے بہت بڑے حصہ کے عدم تعمیل کا سبب بنتا ہے اس لئے اس کی بڑائی جتنی بھی کی جائے کم ہے اور آخری بات یہ کہ فخر و غرور کرنا اور اپنی عظمت و بڑائی کے تخیل میں دوسروں کو حقیر سمجھنا پرلے درجے کی حماقت و نادانی ہے، شیطان کو بس یہی دھوکہ ہوا تھا اس نے آدم کے مقابلہ میں اپنے کو بالاتر سمجھا تھا خدا نے اس کی اس شیخی پر اس کو مردود قرار دیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا" اللہ اس کو پیار نہیں کرتا جو مغرور اور مختار ہو، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا کہ اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے کبر و غرور کے جو ثمرات ظاہر ہوتے ہیں ان کا کوئی شمار ہی نہیں کیا جا سکتا، مثلاً ایک متکبر شخص عام لوگوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں، بلکہ بہت سے لوگوں کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ ان کو یہ شرف حاصل ہو، جب لوگوں سے ملتا ہے تو چاہتا ہے کہ لوگ اس کو پہلے سلام کریں، راستے میں لوگوں سے آگے چلنا چاہتا ہے، مجلسوں میں صدر بننے کی کوشش کرتا ہے، غرض اس کے ثمرات و نتائج ہزاروں صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے کہ اور اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، چنانچہ امام غزالی نے اس حدیث کا یہ فلسفہ بیان کیا کہ مسلمانوں کے جو مخصوص اخلاق ہیں، وہی جنت کا دروازہ ہیں اور غرور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتا ہے اس لئے جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، یعنی دنیا کی طرح آخرت میں بھی مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے گا (سورۃ النبی:۷۳۸/۶) ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں بد اخلاقیوں کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں ذلت و رسوائی ہوتی ہے، اس لئے حدیث پاک میں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم بتلایا گیا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کیا مردے کی روح شب جمعہ اور شب برات میں گھر واپس آتی ہے:

س: بہت سے لوگوں کا خصوصاً عورتوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مردہ کی روح جمعہ کی رات اور شب برات میں گھر واپس آتی ہے، اس لئے شب برات میں گھروں کو صاف ستھرا کیا جاتا ہے، اگربتیاں جلائی جاتی ہیں، چراغاں کیا جاتا ہے، کیا قرآن و حدیث سے مردے کی روح کی واپسی کا عقیدہ رکھنا درست ہے؟

ج: مرنے کے بعد نافرمان لوگوں کی روحیں ساتویں زمین میں سجین میں ہوتی ہیں اور نیک لوگوں کی روحیں ساتویں آسمان پر علیین میں ہوتی ہیں: "كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ. كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ" (سورۃ المطففين:۷،۱۸) روی ناس عن ابن عباس قال: ان ارواح الفجار و اعمالهم لفی سجین" (الجامع لاحکام القرآن:۲۵۷/۱۹) قوله تعالیٰ: (كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ)... قال الضحاک ومجاهد وقتادة یعنی السماء السابعة فیها ارواح المومنین" (الجامع لاحکام القرآن: ۲۶۲/۱۹) اور حضرات شہداء کرام کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں عرش الٰہی سے معلق قندیلوں میں آرام کرتی ہیں اور جنت میں آزادی کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں: قال علیه الصلوة والسلام ارواحهم فی جوف طیر خضر لها قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت" (صحیح لمسلم:۴۸۸۵، باب فی بیان ارواح الشهداء فی الجنة وانهم احیاء عند ربهم یرزقون" (کتاب الامارۃ:۱۳۵/۲) ان روحوں کا اپنے اپنے مقامات سے دنیا کی جانب واپس آنا قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث سے جو چیز ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح عالم برزخ سے دنیا کی جانب لوٹ کر نہیں آتی ہے، چنانچہ سورۃ الانبیاء میں ہے: "وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ" (سورۃ الانبیاء:۹۵) مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہلاک شدہ قوموں اور لوگوں کے لئے یہ بات قطعی طور پر طے ہے کہ وہ قیامت تک دنیا میں واپس نہیں آئیں گے: "قال ابن عباس رضی الله عنهما وجب یعنی قد قدر ان اهل کل قریة اهلکوا انهم لایرجعون الی الدنیا قبل یوم القیامة" (تفسیر ابن کثیر:۶۲۶/۴) اور آیت کریمہ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" (آل عمران:۱۶۹) کی تشریح میں حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ شہیدوں کی روحیں جو سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں آزادی کے ساتھ جنت میں اڑتی پھرتی ہیں، عرش کے نیچے لٹکتی ہیں، قندیلوں پر آرام کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں کچھ اور چاہئے؟ جواب ملتا ہے: اے اللہ! ہمیں اور کیا چاہئے؟ آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو کسی کو نہیں دی ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کچھ مانگو، تب عرض کرتی ہیں کہ ہمیں دنیا میں واپس بھیجا جائے، تاکہ آپ کی راہ میں لڑ کر پھر شہید ہوں اور شہادت کا لطف اٹھائیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (تمہارا مطالبہ پورا نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ) میں نے طے کر دیا ہے کہ دنیا کی طرف دوبارہ نہیں جانا ہے: "انه قد سبق منی انهم الیها لایرجعون" (الجامع لاحکام القرآن:۲۷۸/۴، تفسیر ابن کثیر:۲۶۸/۱) مذکورہ تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جمعہ کی رات ہو یا شعبان کی کوئی رات کسی دن بھی مردہ کی روح گھر واپس نہیں آتی ہے، روحوں کی گھر واپسی کا عقیدہ بالکل صحیح نہیں ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے۔

کیا مردہ کی روح دنیا میں کسی آدمی پر آسکتی ہے

س: ایک لڑکی جس پر آسیبی اثر ہوتا ہے جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو اس خاتون کا نام بتاتی ہے جس کا انتقال کچھ دنوں پہلے ہو چکا ہوتا ہے، وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ ہم اسی گھر میں یا اس کے آس پاس درختوں پر رہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا مرنے کے بعد روح دنیا میں کسی پر آسکتی ہے؟

ج: مرنے کے بعد روح علیین یا سجین میں پہونچادی جاتی ہے، وہاں سے اسے دنیا میں نہیں بھیجا جاتا، لہذا کوئی لڑکی اثر کے نتیجے میں اگر کسی مردہ خاتون کا نام بتاتی ہے تو وہ اس مردہ خاتون کی روح نہیں ہوتی، بلکہ اسے جنات وغیرہ کا اثر سمجھنا چاہئے اور یہ خیال کہ مردہ کی روح آتی ہے اور ادھر ادھر بھٹکتی ہے صحیح نہیں ہے۔

شب برات میں آتش بازی اور پٹاخے

س: شب برات کے موقع پر بہت سے لوگ آتش بازی کرتے اور پٹاخے چھوڑتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: آتش بازی اور پٹاخے بازی میں کئی اخلاقی اور اور شرعی خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے یہ شرعاً ناجائز و حرام ہے:

(۱) ہندو بھائیوں کے تہوار دیوالی کی نقل ہے، جس طرح برادران وطن دیوالی میں آتش بازی کرتے ہیں اور پٹاخے چھوڑتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی شب برات میں کرتے ہیں، جبکہ غیروں کے مذہبی رسم اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "من تشبه بقوم فهو منهم" جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے (ابوداؤد، کتاب اللباس:۵۵۹/۲) (۲) لاکھوں روپے آگ کی نذر ہو جاتے ہیں، مال کا ضیاع ہے، فضول خرچی ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: "ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین" (فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) سورۃ الاسراء:۲۷) (۳) دل آزاری ہے: بہت سے لوگ بیمار ہوتے ہیں یا تھکے ماندے ہوتے ہیں انہیں آرام کی سخت ضرورت ہوتی ہے، بہت سے لوگ عبادت میں مصروف ہوتے ہیں، پٹاخے کی تیز آواز سے ان کے آرام و عبادت میں غیر معمولی خلل واقع ہوتا ہے، سخت دلی تکلیف ہوتی ہے، وہ بہت کرب اور بے چینی سے رات گذارتے ہیں اس طرح کسی کو تکلیف پہونچانا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ ۴- فضائی آلودگی اور جان و مال کے نقصان کا سبب ہے، بعض دفعہ آگ لگ جاتی ہے جس میں بہت سے مکانات جل جاتے ہیں اور جانیں بھی جاتی ہیں، جس سے کافی نقصان ہوتا ہے۔ ۵- بدعت ہے، کتاب و سنت صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ شب برات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں بھی آئی اور بار بار آئی، لیکن کبھی کسی نے نہ تو پٹاخہ چھوڑا، نہ آتش بازی کی، نہ حلوہ پکایا اور نہ ان چیزوں کے کرنے کی تعلیم دی، یہ سب غلط رسم اور بدعت و خرافات پر مبنی شیطانی اعمال ہیں، اسلامی تعلیمات اور اس کے مزاج کے خلاف ہے، خدا کی ناراضگی کا سبب ہے، لہذا ہر صاحب ایمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی ان چیزوں سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 06 مورخہ ۲۴؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۵؍فروری ۲۰۲۴ء روز سوموار

بہار کا آپریشن لوٹس

بہار میں آپریشن لوٹس کامیاب ہوگیا ہے، نتیش کمار نے عظیم اتحاد سے رشتہ توڑ کر این ڈی اے کا دامن پھر سے تھام لیا ہے، انہیں اپنے نظریات اتنے محبوب نہیں ہیں، جتنے وزیر اعلیٰ کی کرسی، اس لیے انہوں نے سترہ سال میں نویں بار بطور وزیر اعلیٰ حلف لیا ہے، جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک رکارڈ ہے، سترہ سال میں نو مرتبہ حلف لینے کا سیدھا مطلب ہے کہ یہ وہ ڈرامہ پہلے بھی کرتے رہے ہیں اور پوری مدت کار انہوں نے پوری نہیں کی، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ بننے کے لئے وزیر اعلیٰ کے عہدہ سے استعفیٰ دیتے ہیں، ان کے بارے میں گڑھنے والوں نے یہ لطیفہ بھی گڑھ لیا ہے کہ حلف برداری کے بعد ان کا موفلر یا چشمہ گورنر ہاؤس میں چھوٹ گیا تو وہ لینے گیے، گورنر نے دیکھتے ہی کہا کہ اچھا اب کی بار اتنی جلدی ابھی تو پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے ہیں، یقیناً یہ صرف لطیفہ ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، لیکن لطیفہ بنانے والے نے وزیر اعلیٰ کی نفسیات کو سامنے رکھ کر ہی یہ لطیفہ گڑھا ہے۔

اپنی پوری مدت کار میں بھاجپا کے ساتھ چھ مرتبہ سرکار بنا کر 4938 اور آر جے ڈی کے ساتھ دو مرتبہ حکومت سازی کر کے 1535 دن انہوں نے اقتدار کو سنبھالا، ایک بار انہوں نے استعفیٰ دے کر جیتن رام مانجھی کو وزیر اعلیٰ بنا دیا تھا، لیکن کرسی سے دوری وہ برداشت نہیں کر سکے اور چند ماہ میں ہی پھر سے وزیر اعلیٰ بن گیے، انہوں نے آن رکارڈ اسمبلی میں اپنی تقریر میں مانجھی کو وزیر اعلیٰ بنانے کو اپنی احمقانہ حرکت سے تعبیر کیا تھا اور پھر انہوں نے اس طرح کی احمقانہ حرکتوں کا اعادہ نہیں کیا، اب صبح استعفیٰ دے کر شام کو وزیر اعلیٰ پھر سے بن جانے کا طریقہ اختیار کیا ہے جو ہر قسم کے جوکھم اور خطرات سے پاک صاف ہے۔ اپنے اس نظریہ کی وجہ سے وہ عالمی شخصیت بن گیے ہیں، کوئی بعید نہیں کہ گنیز بک میں وہ جگہ پالیں، کیوں کہ وہ پوری دنیا میں تنہا ایسے لیڈر ہیں جو وزیر اعلیٰ بننے کے لیے وزیر اعلیٰ کے عہدہ سے استعفیٰ دیا کرتے ہیں۔

موجودہ دور میں سیاست میں امیت شاہ اور شرد پوار کو چانکیہ تصور کیا جاتا ہے، امیت شاہ نے کئی ریاستوں میں اپنی ایسی بازی گری کی کہ آپریشن لوٹس کامیاب ہوگیا، مہاراشٹرا میں یہ آپریشن پہلے ہی کامیاب ہو چکا ہے، وہاں حکومت ایک ناتھ شنڈ کامیابی سے چلا رہے ہیں، اور فرنڈیس جو وہاں کبھی وزیر اعلیٰ تھے، نائب کی کرسی پر براجمان ہیں اور انہیں اس میں کوئی عار نہیں ہے، امیت شاہ نے کئی بار اس بات کی کوشش کی کہ بنگال میں ممتا بنرجی پر بھی اس آپریشن لوٹس کا استعمال کیا جائے، لیکن اس میں اب تک انہیں کامیابی نہیں ملی ہے، کوشش دہلی کے اروند کیجریوال اور جھارکھنڈ کے وزیر اعلیٰ ہیمنت سورین کو بھی آپریشن لوٹس کے لیے تھیٹر میں لے جانے کی چل رہی ہے، ہیمنت سورین کی گرفتاری بھی ہوگئی ہے، مگر اب تک وہاں دال نہیں گل سکی ہے، لیکن جب آنچ تیز ہو تو دال گلنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔

بہار میں اس کی مہم بہت پہلے سے چل رہی تھی، یہاں آپریشن لوٹس کے لیے استعمال ہونے والے جراحی آلات میں دھن اور عہدہ کی لالچ کند ہوگئی تھی، نتیش کمار سیکولر کہی جانے والی پارٹیوں کو ''انڈیا اتحاد'' کے نام سے ایک جٹ کرنے میں کامیاب ہو گیے تھے، اس کی کئی میٹنگیں ہوئیں، جس میں قومی اور علاقائی پارٹیوں میں سے اٹھائیس نے شرکت کی، اس اتحاد کا نام ''انڈیا'' رکھ کر آر ایس ایس کے پورے تھنک ٹینک کو پریشانی میں انہوں نے ڈال دیا، قریب تھا کہ نتیش جی اس اتحاد کے کنوینر یا وزیر اعظم کا چہرہ بنانے کی بات ہوتی کہ یک بیک ممتا بنرجی نے اس کے لیے کانگریس کے قومی صدر ملکا ارجن کھڑگے کو وزیر اعظم کا چہرہ بنانے کی وکالت کردی اور عاپ نے اس کی تائید کر کے بات کو باوزن کر دیا، گو ملکا ارجن کھڑگے نے اپنے سیاسی شعور کا استعمال کر کے اسے قبل از وقت قرار دے کر بات ختم کردی اور نتیش کمار کے لئے کنوینر کے عہدہ کی تجویز آئی، جسے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا، مرکزی حکومت یہی چاہتی تھی کہ کسی طرح انڈیا اتحاد ٹوٹ جائے، وہ تو اسے گھمنڈیا اتحاد اور انڈی کہا کرتی تھی، ادھر ممتا نے ساری سیٹوں پر مغربی بنگال میں اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ مان نے پنجاب کی تمام سیٹوں پر انتخاب لڑنے کی بات کہہ کر انڈیا اتحاد کے منصوبے کو سخت نقصان پہونچایا، راہل گاندھی کی نیائے یاترا کو بھی انڈیا اتحاد کی پارٹی نے اپنی زمین مضبوط کرنے کے طور پر دیکھا اور بار بار یہ بات کہی کہ ہم سے مشورہ نہیں لیا گیا، اور ہمیں اطلاع نہیں دی گئی، اس لیے ہم اس میں شامل نہیں ہیں، پہلے یہ بات آئی تھی کہ ممتا بنرجی اور نتیش کمار اپنے اپنے صوبوں میں نیائے یاترا میں شامل ہوں گے، لیکن نتیش کمار نے پالا بدل لیا اور ممتا سے شاید بات ملاقات ہو جائے۔

سیاسی گلیاروں میں یہ بات موضوع بحث ہے کہ نتیش کمار نے پالا کیوں بدلا، یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے، بات جون ۲۰۲۳ء کی ہے جب مرکزی حکومت کے اشارے پر بہار میں ای ڈی سرگرم ہوئی، آپریشن لوٹس کی کامیابی کے لیے یہ آخری حربہ ہوا کرتا ہے، جون تا ستمبر ۲۰۲۳ء بہار میں یہ آخری حربہ کام کر گیا، ایک ٹھیکہ دار کی گرفتاری عمل میں آگئی اور اس کے یہاں سے جو ڈائری برآمد ہوئی، جس کو ای ڈی نے لال ڈائری کا نام دیا اور دعویٰ کیا کہ اس میں کوڈ میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے، یہ وہ موقع تھا جب جدیو کے لیڈران کے دل میں حفظ ماتقدم کے طور پر ''یوٹرن'' کا خیال آیا۔

اُدھر مرکزی حکومت نے پوری طاقت اور توانائی لگا کر، سرکاری وسائل کا غلط استعمال کر کے رام مندر کا افتتاح کر دیا، حزب مخالف اور شنکر اچاریہ کی مخالفت کے باوجود بھاجپا اور آر ایس ایس کے لوگوں نے پورے ہندوستان میں ہندتوا کی تحریک کو گھر گھر پہونچا کر بھاجپا کے ووٹوں کو متحد کیا، افتتاحی تقریب اور اس کے بعد رام للا کے درشن کے لیے اندھی بھیڑ نے دیگر سیاسی پارٹیوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کہیں اس کے ہاتھ سے ہندو ووٹ پورے طور پر کھسک تو نہیں گیا، رام کے اثرات کو کم کرنے کی منصوبہ بندی کئی نے کی، لیکن بھاجپا نے ایک دوسرا داؤ چل دیا، یہ داؤ کام کر گیا اور نتیش کمار جو کئی سال سے اس کا مطالبہ کر رہے تھے خوش ہو گیے اور انہیں لگا کہ گھر واپسی کا یہ بہترین موقع ہے، چنانچہ نتیش کمار نے الگ سے منصوبہ بندی کرنے کے بجائے این ڈی اے کا حصہ بن جانے میں عافیت سمجھی، حکومت بھی اپنی، ای ڈی کا خطرہ کم اور پارلیمانی الیکشن میں جیتنے کے امکانات زیادہ، سب مل ملا کر نتیش جی نے پالا بدلنے کا من بنا لیا، پارٹی کے صدر للن سنگھ اس کے خلاف تھے، اس لیے نتیش جی نے پارٹی کی صدارت پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا اور للن سنگھ کو حاشیے پر ڈال کر خود پارٹی کے قومی صدر بن گئے، اب راستہ صاف تھا، لالو جی تیجسوی کی تاج پوشی کے لیے پریشان تھے، مفادات الگ الگ ہوں تو پہلے تصادم ہوتا ہے، اور پھر راستے بھی الگ الگ ہو جاتے ہیں، چنانچہ راستے الگ ہو گئے نتیش کمار بڑے چانکیہ بن کر سامنے آئے اور اپنی اور وجے کمار چودھری کی کرسی بچا کر حکومت کو داؤ پر لگا دیا، صبح استعفیٰ دیا اور شام کو پھر وزیر اعلیٰ بن گیے، وہ جانتے ہیں کہ اپنی سیکولر شبیہ کو بچا کر بھاجپا کے ساتھ چلنا تلوار کی تیز دھار پر چلنے جیسا ہے، جو لالو جی کے ساتھ چلنے سے زیادہ دشوار گذار ہے، اس پلٹی کے وقت انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ عوام کے حافظے میں ان کی یہ بات اب تک محفوظ ہے جو انہوں نے سترہ مہینے پہلے کہا تھا کہ میں مر جاؤں گا، مٹی میں مل جاؤں گا، بھاجپا کے ساتھ نہیں جاؤں گا، عوام کو یہ بھی یاد ہے کہ اس موقع سے سمراٹ چودھری نے اعلان کیا تھا کہ میں اپنی پگڑی اس وقت تک نہیں اتاروں گا، جب تک نتیش کمار کو کرسی سے نہیں اتار لوں گا، اب وہ بھی بھاجپا کی طرف سے نائب وزیر اعلیٰ کرسی پر براجمان ہو گیے ہیں، اب انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ اجودھیا جا کر اپنی پگڑی اتار دیں گے اور مونڈن کرائیں گے، حالاں کہ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ وہ اب بھی پگڑی نہیں اتارتے، اپنے عہد پر قائم رہتے تو ۲۰۲۴ء کے بعد وہ کامیاب بھی ہو سکتے تھے، جو لوگ کہتے تھے کہ بھاجپا کے دروازے نتیش کمار پر ہمیشہ کے لیے بند ہو گیے، انہوں نے دیکھ لیا کہ سیاست میں کچھ بھی ممکن ہے۔

اور اب وہی کہہ رہے ہیں کہ سیاست میں دروازے کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں، خود نتیش جی اسے گھر واپسی سے تعبیر کر رہے ہیں، بقول ان کے وہ جہاں تھے وہاں آگیے ہیں اور اب یہاں سے اِدھر اُدھر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سیاسی ماہرین کا کہنا ہے کہ ممکن ہے وہ اب اِدھر اُدھر نہ ہوں، لیکن بھاجپا انہیں پارلیامنٹ کے انتخاب کے بعد ادھر ادھر کر سکتی ہے، اس معاملہ میں باشندگان بہار کو نہ نتیش جی پر اعتماد ہے اور نہ ہی بھاجپا پر، دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن گیے تھے، اس لیے ساتھ ہو لیے، بھاجپا کو یقین تھا کہ رام کے نام پر ووٹوں کو یکجا کرنے کی کوشش بہار میں کامیاب نہیں ہوتی ہے، اور دلت ووٹ جدیو کے ساتھ ہے، دوسرے جو لوگ دلت کے قائد بنے بیٹھے ہیں وہ پہلے ہی سے این ڈی اے کے ساتھ ہیں، چراغ پاسبان، پشوپتی پارس اور جیتن رام مانجھی سب بھاجپا کے ساتھ ہیں، اوپندر کشواہا کو حلف برداری تقریب میں مدعو کر کے یہ پیغام دیا ہے کہ وہ پھر سے این ڈی اے میں آسکتے ہیں، اسی کو سامنے رکھ کر ایک کرمی کو نائب وزیر اعلیٰ کے طور پر بھاجپا نے لگا دیا ہے تاکہ وہ وزیر اعلیٰ کو بھی قابو میں رکھیں اور کرمی سماج کو بھی۔ بہار میں اس برادری کی آبادی تقریباً چار فی صد ہے، وجے کمار سنہا بھومی ہار ہیں، اس برادری کی آبادی بہار میں تین فی صد ہے، کہار برادری سے پریم کمار آتے ہیں، یہ انتہائی پس ماندہ طبقہ کی نمائندگی کے لیے وزارت میں جگہ پا گیے ہیں، اس طرح وزراء نے جو پہلے مرحلہ میں حلف اٹھایا ان میں بہار میں ذات پات کی سیاست کا خاص خیال رکھا گیا، اعلیٰ، پسماندہ، انتہائی پس ماندہ اور دلتوں کی نمائندگی اس وزارت میں موجود ہے، بتانے والے بتاتے ہیں کہ پہلے مرحلہ میں نو وزراء میں سات برادری کے نمائندوں نے اپنی جگہ بنالی ہے، توسیع کے وقت کچھ اور برادریوں کو وزارت سے جوڑ دیا جائے گا۔

گورنر ہاؤس میں حلف برداری کی تقریب جن حضرات نے لائیو دیکھی ہے، انہیں احساس ہو گیا ہوگا کہ نتیش کمار کے چہرے پر حلف لیتے وقت کرب کے آثار نمایاں تھے، یہ کرب اس بات کا اظہار تھا کہ سب کچھ ان کے من مطابق نہیں ہوا، ہوگا بھی نہیں، بھاجپا نے اس بار پہلے سے مضبوط گھیرا ڈال دیا ہے، بھاجپا کے دو دو نائب وزیر اعلیٰ بہت سارے موقعوں پر بھاری پڑیں گے، جیتن رام مانجھی اسمبلی میں وزیر اعلیٰ کے ذریعہ اپنی ہتک بھول کر بیٹا کو وزارت دلانے میں کامیاب ہو گیے، کیوں کہ چار ارکان اسمبلی ہونے کی وجہ سے ان کی حیثیت کنگ میکر کی بن گئی تھی، حالات کے اس شکست وریخت نے ایک آزاد ممبر اسمبلی کی بھی تقدیر کھول دی اور وہ بھی وزارت کی کرسی پا گیے، نو وزراء میں مسلم کوئی نہیں ہے، شاید توسیع کے موقع سے وزیر اعلیٰ کو یاد آئے کہ بہار میں مسلمان انہیں کے ذریعہ کرائے گیے مردم شماری کے مطابق سترہ فی صد سے زائد ہیں، اور نتیش کمار کے چہرے کو دیکھ کر ان کا ووٹ بھی جدیو کو ملتا رہا ہے، اگلے پارلیمانی الیکشن میں ان کے ووٹ کی بھی اہمیت ہوگی تو دو ایک مسلم ایم ایل اے بھی ان کی پارٹی سے وزیر بن جائیں تو بعید نہیں، لیکن ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ اور اگر بھاجپا نے بغیر مسلم وزیر کے کابینہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تو نتیش کمار کی ایک نہیں چل پائے گی۔ ایسا یقین ہے کیوں کہ اب وزیر اعلیٰ کی حیثیت ایسے موقعوں سے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن جیسی ہوگی۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

پروفیسر بدرالدین الحافظ

۳؍جنوری ۲۰۲۴ء مطابق ۲۰؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۵ھ بروز بدھ عربی زبان وادب کے نامور ادیب، مشہور نقاد، بے مثال مترجم، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور بنارس ہندو یونیورسٹی کے سابق استاذ، بلکہ استاذ الاساتذہ، تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند کے ادارہ مرکز المعارف دہلی کے سابق استاذ وڈائرکٹر پروفیسر بدرالدین الحافظ نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا، جنازہ کی نماز جامعہ ملیہ مسجد کے امام نے پڑھائی اور بٹلہ ہاؤس قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

پروفیسر بدرالدین الحافظ کا آبائی وطن مرادآباد تھا، وہیں پلے بڑھے، مدرسہ شاہی مرادآباد سے حفظ کی تکمیل کے بعد عربی کے چند درجات تک یہیں مقیم رہے، اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند کا رخ کیا اور اس وقت کے نامور اساتذہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، علامہ ابراہیم بلیاوی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی اور مولانا فخر الحسن رحمہم اللہ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا، کتابیں بھی پڑھیں اور آداب بھی سیکھے، دینی علوم کے حصول کے بعد انہوں نے جامعہ ملیہ سے عربی زبان لے کر بی اے ۱۹۶۷ء میں اور علی گڈھ یونیورسٹی سے ایم اے کیا، پی ایچ ڈی کی سند دہلی یونیورسٹی سے حاصل ہوئی۔

تدریس کا آغاز جامعہ ملیہ سینئر سکنڈری اسکول سے کیا، ان کی بحالی یہاں عربی مدرس کے طور پر ہوگئی، بعد میں وہ جامعہ کے عربی شعبہ میں گیسٹ ٹیچر کے طور پر کام کرنے لگے، دو سال تک اسی عہدہ پر رہنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں مساعد استاذ بنے، ۱۹۹۲ء میں پروفیسر کی حیثیت سے بنارس ہندو یونیورسیٹی چلے گیے، تا آں کہ ۱۹۹۵ء میں مدت ملازمت پوری کرکے سبکدوش ہوگیے، دہلی کو اپنا مستقر بنایا، وہ زمانہ تک جامعہ ملیہ کی مسجد کے امام بھی رہے، مولانا عمید الزماں کیرانویؒ ان کے معاصر تھے، دونوں نے دار العلوم دیوبند کی طالب علمی کے ایام ایک ساتھ گذارے تھے، جامعہ کے مولانا کے اساتذہ میں پروفیسر ضیاء الحق ندوی کا خاص مقام ہے، وہ پوری زندگی ان دونوں سے متاثر رہے۔

تدریس کے ساتھ اللہ رب العزت نے تصنیف وتالیف، صحافت، ترجمہ نگاری کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، چنانچہ ان کی کتابوں میں مقالات الحافظ (قرآنیات)، توفیق الحکیم کی ناول نگاری کا جائزہ، تذکرہ شیخ طریقت الحاج آزاد رسول، مصر کے مشہور ناول افسانے اور ڈرامے، یادوں کی نگری (خود نوشت) انصاری صاحب کا چائے خانہ، شیخ کا طرحدار کرتا، محبت کی کرسی، (غیر مطبوعہ) خاص طور سے قابل ذکر ہیں، انہوں نے طلبہ کی ضرورت اور ان کی نفسیات کو سامنے رکھ کر نصابی کتابوں کی بھی تصنیف، تالیف اور ترتیب کا کام کیا، ان کی درسی کتابوں میں اسلامی معلومات (چار حصے) ابتدائی نظمیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں، اسلامی معلومات بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے نصاب میں بھی داخل تھی، میں نے مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی کے دوران قیام کئی سال اس کتاب کا درس دیا تھا، ترجمہ کے میدان میں بھی ان کا کام بڑا وقیع ہے، گہوارہ نبوت کے پانچ درخشندہ ستاروں کا تاریخی پس منظر، لازوال کارنامے، بے نظیر فیصلے اور انمول ملفوظات کا تعلق ترجمہ ہی سے ہے، محمود عقاد کی شہرہ آفاق سیریز عبقریات کی تمام کتابوں کا ترجمہ کیا، اس سیریز میں خلفاء راشدین اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تفصیلی ذکر ہے، یہ پانچ کتابوں کا سیریز ہے جو ہر مسلمان کے مطالعہ میں رہنے کی چیز ہے، اس سے عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کی بہت ساری غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔

مولانا بدرالدین الحافظ کو ان کی عربی زبان وادب میں بہترین خدمات کے لیے ۱۹۸۵ء میں صدر جمہوریہ ایوارڈ تفویض کیا گیا تھا، گو مولانا کی شخصیت، علمیت، صلاحیت اور صالحیت ان چیزوں سے بہت اوپر کی تھی، کہنا چاہیے کہ اس ایوارڈ سے مولانا کی عزت افزائی کیا ہوتی، انہوں نے قبول کر لیا تو حکومت عزت پاگئی۔

پروفیسر بدرالدین الحافظ انتہائی سادہ مزاج اور تواضع انکساری کے پیکر تھے، وہ انتہائی خاموشی اور شعور کے ساتھ شور شرابے سے بچ کر کام کرتے رہے تا آں کہ ان کا کام بولنے لگا اور ان کی شہرت کا شور لوگوں تک پہونچ گیا، پروفیسر صاحب کی زندگی پر کئی اسکالر نے ایم فل اور پی ایچ ڈی کیا ہے۔

مولانا سے میری دو ملاقاتیں تھیں، دونوں دہلی میں ہوئی تھیں، میں نے انہیں حوصلہ افزائی کرنے والا اور دوسروں کی خدمات کا قدرداں پایا، انہوں نے میری بعض کتابوں پر مفید مشورے بھی دیے جس کی وجہ سے کام میں بہتری آئی۔ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

کتابوں کی دنیا

ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اکبر رضا جمشید - کثیر الجہات شخصیت

سید اکبر رضا نقوی (ولادت ۵؍جولائی ۱۹۴۴ء) قلمی نام اکبر رضا جمشید بن سید علی جواد وسکینہ خاتون بی اے، بی ایل، سبکدوش ڈسٹرکٹ جج ساکن افضل پور، پچھم گلی نزد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کا شمار بہار کے انگلیوں پر گنے جانے والے محبتیں اردو میں ہوتا ہے، وہ بغیر کسی تنظیم اور فرد کے تعاون کے اردو کی خدمت کرنے والے کو ہر سال ''اکبر رضا جمشید ایوارڈ'' سے نوازتے ہیں، اردو کے نام پر تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں، اور سارا صرفہ اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں، اب تک ۲۰۱۳ء سے وہ ترسٹھ (۶۳) لوگوں کو ایوارڈ دے چکے ہیں، جن میں بقول ثوبان فاروقی بابائے اردو ویشالی انوار الحسن وسطوی ان کے صاحب زادہ عارف حسن وسطوی اور دوسرے نامور شعراء ادباء شامل ہیں، ان میں علیم اللہ حالی، شوکت حیات، عطا عابدی، اشرف استھانوی مرحوم، کامران غنی صبا، انوار الہدیٰ، ڈاکٹر ظفر انصاری ظفر، حسن نواب حسن کے اسماء گرامی شامل ہیں، افسوس کی بات یہ ہے کہ اردو کی اصل خدمت مدارس کے علماء کرتے ہیں، اور اردو اصلاً وہیں زندہ ہے، اکبر رضا جمشید کے انصاف کی عدالت میں کوئی مولوی اب تک ایوارڈ کا مستحق نہیں قرار پایا یا تو جج صاحب نے اس حقیقت سے اپنی آنکھیں موند لی ہیں، یا ان کے مشیر انہیں اپنے ہی گرد الجھائے رکھنا چاہتے ہیں، حقیقت جو بھی ہو دیو مالائی روایت میں انصاف کی دیوی کی آنکھیں کالی پٹی سے بندھی ہوتی ہیں، بغیر دیکھے بھی مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی کو ایک پلڑا میں ڈال دیا جائے تو دوسری طرف کے پلڑے میں رکھے کئی ''بلکھرے'' پر وہ تنہا بھاری پڑیں گے، رونا صرف اسی کا نہیں ہے، اس کا بھی ہے کہ اردو کے حقیقی خادموں کی ہر سطح پر ان دیکھی ہو رہی ہے، کیا سرکاری اور کیا غیر سرکاری۔

زیر مطالعہ کتاب انہیں اکبر رضا جمشید سے انٹرویو اور مصاحبہ پر مشتمل ہے، جسے ڈاکٹر عطاء اللہ خان، عرفی نام علوی اور ادبی نام ڈاکٹر اے کے علوی (ولادت ۲۳؍ستمبر ۱۹۵۵ء) صدر جمہوریہ ایوارڈ یافتہ ابن ڈاکٹر ال حسن خان مرحوم نے مرتب کرکے ادارہ فکر ونظر، صمد منزل، کرن سرائے، سہسرام کے زیر اہتمام ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی سے شائع کرایا ہے، ایک سو چار صفحہ کی قیمت دو سو روپے جج صاحب کی آمدنی کے اعتبار سے تو زائد نہیں ہے، لیکن یہ قیمت اردو کے عام قاری کے لیے خریدتے وقت بوجھ ثابت ہوگا، آپ کہہ سکتے ہیں کہ خریدتا کون ہے، اب تو اہل علم تک پہونچانا بھی مصنف ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے، جس کا تذکرہ خود اکبر رضا جمشید نے ایک سوال کے جواب میں کیا ہے، جو اسی کتاب میں مذکور ہے، اگر ایسا ہے تو جتنی قیمت چاہیے رکھ دیجئے، فرق کیا پڑتا ہے، لیکن کتاب ملنے کے جو چار پتے درج ہیں ان میں بک امپوریم سبزی باغ، پٹنہ۔۴، شاید مفت دینے کو تیار نہ ہو بقیہ تین پتے جن کا تعلق موضوع کتاب اور مصنف سے ہے، شاید وہاں سے حصول مطلب حسب منشاء ہو سکے، کتاب کا انتساب جناب اکبر رضا جمشید کی اہلیہ محترمہ ارشاد بیگم اور ان کے دونوں صاحب زادگان کے نام ہے، اس کے بعد اکبر رضا جمشید کے سوانحی کوائف کا اندراج کیا گیا ہے، جس کا نصف کم سے کم مکرر ہے، کیوں کہ ٹائٹل کے آخری پیج پر بھی وہ تفصیلات درج ہیں، بلکہ سوانحی کوائف میں تصنیفات کی تعداد دس اور ٹائٹل پر تصانیف کا ذکر ہے، جن میں چار کم از کم ڈرامے ہیں، اور ایک کتاب اردو شعراء کی حب الوطنی پر زیر طبع ہے، سوانحی کوائف میں اکبر رضا جمشید کے فن اور شخصیت پر ایک اور کتاب کا علم ہوتا ہے، جسے پرویز عالم نے مرتب کیا ہے، ایک درجن میں دو کم، ایوارڈ اور اعزازات بھی جج صاحب کو دیے گیے، اس کا بھی ہمیں سوانحی کوائف سے پتہ چلتا ہے، پھر اکبر صاحب کے ذریعہ مختلف سالوں میں ایوارڈ یافتگان کا ذکر بھی اس کتاب میں ملتا ہے۔

اے کے علوی صاحب کے قلم سے ہی اس کتاب کا پیش لفظ تحریر ہوا ہے، یہ بیانیہ اور داستانی انداز میں ہے، جس میں اے کے علوی صاحب نے جمشید اکبر صاحب کا حلیہ، اردو کے قارئین کے ذریعہ کتابوں کی ناقدری اور ان کے والد صاحب کی خدمات کا بھی قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے، لیکن اتنا بھی نہیں کہ اسے اطناب سے تعبیر کیا جائے، تین صفحہ کے پیش لفظ کو ایجاز ہی کہنا چاہیے، اس کے بعد اکبر رضا جمشید وکثیر الجہت شخصیت کے عنوان سے وہ انٹرویو ہے، جو اس کتاب کا اصل موضوع ہے، اے کے علوی صاحب نے سوالات ایسے مرتب کیے تھے کہ اکبر صاحب کی پرت در پرت، شخصیت کھل کر سامنے آجاتی ہے، اکبر رضا صاحب نے بھی سوالات کے جوابات میں اپنی شخصیت، خدمات تصنیفات اپنے مقدس سفر ایوارڈ کے دائرہ کا ز ایوارڈ میں دی جانے والی چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، البتہ دی جانے والی رقم کو صیغۂ راز میں رکھا ہے، کچھ تو خفا میں رہے تا کہ قاری کا تجسس بڑھتا رہے، یہ انٹرویو چودہ سے باون صفحات پر جا کر ختم ہوتا ہے، اس کے بعد تاثرات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جن میں بیش تر ایوارڈ کی تقریبات اکبر رضا صاحب کی کسی کتاب کے اجراء پر اظہار خیال سے ماخوذ ہے، جن لوگوں کے تاثرات کو اس کتاب میں جگہ دی گئی ہے ان میں سابق صدر جمہوریہ اور اس وقت کے وزیر خوراک حکومت ہند فخر الدین علی احمد قاضی عبد الودود، مولانا سید کلب عابد، پروفیسر اجتبیٰ حسین رضوی، شکیلہ اختر، عابد رضا بیدار، سرور علی، شوکت حیات، شفیع قریشی، ہارون رشید، مولانا ظفر عباس، مولانا اسد رضا، میجر بلبیر سنگھ، نذرا حسن، منیر حسین، پروفیسر علیم اللہ حالی، سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی، پروفیسر شمشاد حسین، ڈاکٹر قمر الحسن، انیل سلبھ، اعجاز علی ارشد، ریحان غنی، محفوظ عالم، نیلیش کمار، فخر الدین عارفی، ریاض عظیم آبادی، محمد نعمت اللہ، اشرف استھانوی، مولانا محمد محسن، ہیمنت شریواستو، پروفیسر منظر اعجاز، ڈاکٹر ارمان نجمی، سید شہباز عالم، سید ارشاد علی آزاد، پروفیسر کلیم الرحمٰن، امتیاز احمد کریمی، معین کوثر، پروفیسر قیام منیر، اسماعیل حسین نقوی، انوار الحسن وسطوی، آفتاب احمد اور سلطان آزاد کے تاثرات شامل ہیں، جو سب کے سب ان کی تقریروں سے ماخوذ ہیں، اس فہرست کو آپ دیکھیں، اس میں مسلم بھی ہیں، غیر مسلم بھی، سیاسی حضرات بھی ہیں اور صحافی بھی، شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی، ادیب بھی ہیں اور شاعر بھی، ان میں کئی وہ بھی ہیں، جو اکبر رضا جمشید ایوارڈ پا چکے ہیں، اتنے حضرات کی گواہی جب اکبر رضا جمشید کی شخصیت اور خدمات کے حوالہ سے سامنے آگئی ہیں تو ان کی شخصیت کے کثیر الجہات ہونے اور ان کی خدمت کی وقعت اور عظمت کس کے دل میں جاں گزیں نہیں ہوگی، اور کون ان کے اخلاق وکردار کا اسیر نہیں ہوگا، اسلام میں دو ہی کی گواہی ثبوت کے لیے کافی ہوتی ہے، یہ اتنے بڑے بڑے اساطین علم کی شہادت اور اتنی بڑی تعداد میں اکبر رضا جمشید کی محبوبیت ومقبولیت کی بین دلیل ہے، خدا انہیں سلامت رکھے اور خوب کام لے۔

اس کتاب کو میرے پاس لے کر اکبر رضا جمشید خود تشریف لائے تھے، میری ان سے پہلی ملاقات تھی، تپاک سے ملے، محبت سے پیش آئے، اعتراف کیا کہ میں آپ تک نہیں پہونچ سکا تھا، البتہ آپ کی تحریریں دیکھتا رہا ہوں۔ کتاب کے مصنف نے انتہائی کی تھی، اے کے علوی بھی محبت کرتے ہیں، اس کتاب کی ترتیب میں جو سلیقہ انہوں نے برتا ہے وہاں کی سلیقہ مندی کا حسین مظہر ہے۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

بزرگان دین اور سلف صالحین کے احوال واقوال اور ملفوظات ومعمولات کے مطالعہ سے روح کو غذا ملتی ہے، مریض باطن کو دوا ملتی ہے اور بے چین دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے، اس لئے ماضی میں علماء ومصنفین نے اس موضوع پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی مدظلہ نے علامہ عبدالوہاب شعرانی کی تصنیف الطبقات الکبریٰ کے اہم اور مفید حصوں کا اردو ترجمہ "اقوال سلف" کے نام سے کئی جلدوں میں مرتب کیا، اسی کتاب سے چند مشاہیر صوفیاء کرام کے احوال وآثار یہاں نقل کئے جارہے ہیں۔

حضرت ابوبکر خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ

حضرت ابوبکر خطیب بغدادی کی ولادت ۲۴ رجمادی الاخریٰ ۳۹۲ھ کو عراق کے قریہ درزیجاں میں ہوئی، یہ بغداد کے قریب اس کے مغرب جانب دریائے دجلہ کے کنارے ایک بڑا گاؤں ہے، لیکن چونکہ پرورش دارالسلام بغداد میں ہوئی، اسی وجہ سے آپ بغدادی کہلاتے ہیں، ابوبکر خطیب بچپن ہی سے علم وفن کی تحصیل میں منہمک ہوگئے تھے، آپ کے اساتذہ میں مختلف اسلامی ملکوں اور مراکز حدیث کے فضلاء شامل ہیں۔

آپ جب گیارہ سال کے ہوئے تو آپ کے والد مکرم نے باقاعدہ حدیث کا سماع شروع کرایا، اس کے بعد بیس سال کی عمر تک وہ اپنے وطن ہی کے علماء اور اساطین فن سے استفاضہ کرتے رہے، چنانچہ حضرت عطاءؒ جو فن حدیث میں کمال رکھتے تھے، انہوں نے آپ کے ضبط، حفظ، ثقاہت، اتقان اور روایت میں اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔ (تاریخ المحدثین: ۲/۲۶۴) خطیب بغدادی اپنے عہد میں حدیث کے بے نظیر عالم تھے اور خاتمۃ الحفاظ تھے، موتمن ساجی نے لکھا ہے کہ دار قطنی کے بعد خطیبؒ جیسا محدث بغداد میں پیدا نہیں ہوا، آپ میں مذکورہ بالا کمالات کے علاوہ یہ بھی کمال تھا کہ آپ دمشق کی جامع اموی میں اتنی بلند آواز سے حدیث پڑھتے تھے کہ ان کی آواز جامع مسجد کے آخری حصے تک پہنچتی تھی اور پورے اعراب کے ساتھ نہایت صحیح پڑھتے تھے۔

ان میں بڑوں کا احترام اور تواضع بھی اس درجہ تھا کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ ابوبکر حافظ حدیث آپ ہی ہیں، انہوں نے کہا کہ میں احمد بن علی خطیب ہوں، حفظ حدیث کا تو دار قطنی پر خاتمہ ہو چکا ہے۔ (اعیان الحجاج: ۲/۳۵)

یقیناً تواضع وانکساری کمال علم کا ثمرہ ہے، اگر کسی کے اندر نہ ہو تو اس کے پیدا کرنے کی فکر وسعی کرنی چاہئے اور اللہ رب العزت سے اس کے لئے خوب دعائیں کرنی چاہئے، آپ نامور اور ممتاز فقیہ بھی تھے، علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ وہ اصلاً فقیہ تھے، لیکن فن حدیث وتاریخ سے ان کو زیادہ سروکار رہا، اسی لئے ان علوم کا ان پر غلبہ رہا، فن قرأت وتجوید اور علوم قرآنیہ میں آپ ممتاز تھے، بڑے خوش الحان تھے اور قرآن پاک نہایت ترتیل سے پڑھتے تھے، آپ کے حسن قرأت اور لب ولہجہ کا خاص طور پر تذکرہ ملتا ہے۔

آپ زہد وتقویٰ میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے، انفاق فی سبیل اللہ کا ذوق آپ کے اندر بہت زیادہ تھا، تصنیف وتالیف اور درس وتدریس اور مطالعہ حدیث سے جو وقت بچتا تھا وہ عبادت اور تلاوت قرآن میں صرف ہوتا تھا اور دن ڈوبنے سے قبل قرآن ختم کرلیا کرتے تھے، اس کے بعد لوگ سواری کی حالت ہی میں ان کے گرد اکٹھا ہوجاتے اور حدیث سنانے کی درخواست کرتے تھے، وہ سنانا شروع کردیتے تھے۔ (تذکرۃ المحدثین: ۲/۲۶۴)

حدیث، فقہ کی طرح تذکرہ، تراجم اور تاریخ بھی آپ کا خاص موضوع تھا، چنانچہ آپ کی شہرۂ آفاق تصانیف میں تاریخ بغداد کو عالمگیر شہرت حاصل ہے، جو چودہ جلدوں میں مصر میں شائع ہوچکی ہے۔ اصول حدیث میں ان کی کتاب الکفایہ حیدرآباد میں چھپی ہے، ان کے علاوہ تقریباً سو کتابوں کے وہ مصنف ہیں، شافعی المذہب تھے، فقہ میں ابوطالب طبری کے شاگرد تھے، نیشاپور واصفہان اور شام وحجاز وغیرہ میں انہوں نے حدیثیں سنیں، ۴۴۵ھ میں انہوں نے دمشق کا سفر کیا تھا، اسی سال حج کیا، حج میں اس سال قضاعی محدث بھی آئے ہوئے تھے، خطیب نے مکہ میں ان سے حدیثیں سنیں اور وہیں کریمہ بنت احمد کے پاس جو صحیح بخاری کی مشہور راویہ تھیں، پانچ دن میں صحیح بخاری سنا کر ختم کی۔

خطیب بغدادی فرماتے تھے، میں نے آب زمزم پیتے وقت نیت کی تھی کہ میں پہنچ کر اپنی تاریخ بغداد لوگوں کو سنا دوں اور یہ کہ میں بغداد ہی میں مروں اور مرنے کے بعد بشر حافی کے پاس مجھ کو جگہ ملے، دو باتیں تو پوری ہوچکیں کہ بغداد پہنچ گیا اور تاریخ سُنا دی امید کرتا ہوں کہ تیسری بات بھی پوری ہوگی۔ ابوالفرح اسفرائینی کا بیان ہے کہ سفر حج میں ہم خطیب بغدادی کے ساتھ تھے، اس سفر میں ہم نے ان کو دیکھا ہے کہ روزانہ ایک ختم قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ (اعیان الحجاج: ۲/۲۵)

آپ رمضان المبارک ۴۶۳ھ میں بیمار ہوئے اور ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخ میں آپ کی حالت زیادہ خراب ہوگئی اور بالآخر ۷/ذی الحجہ روز دوشنبہ اکہتر (۷۱) سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور دوسرے روز آپ کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تذکرۃ المحدثین)

حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعیؒ المتوفی ۵۷۸ھ

آپ کا نام احمد کبیر، کنیت ابوالعباس، لقب محی الدین ہے، والد کا نام سلطان علی اور کنیت ابوالحسین ہے، آپ نسباً حسینی ہیں، مسلکاً شافعی ہیں اور رفاعی اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ آپ عرب کے ایک مشہور قبیلہ بنو رفاعہ کی طرف منسوب ہیں۔

آپ کی ولادت ۱۵/رجب المرجب ۵۱۲ھ میں ام عبیدہ کے قصبہ حسن میں ہوئی، جو واسط وبصرہ کے درمیان واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد نے خطۂ عرب سے نکل کر ام عبیدہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

حضرت سید احمد کبیر صاحب رفاعیؒ کی پیدائش سے قبل ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں شیخ وقت حضرت بازاشہب منصور بطائحی نور اللہ مرقدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت سنا دی تھی، پیدائش سے چالیس دن پہلے ایک رات شیخ منصورؒ نے سرکار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ اے منصور! چالیس دن کے بعد تیری بہن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام احمد رکھنا۔ اولیاء کرام میں وہ ایسا ہی سردار ہوگا جس طرح کہ میں انبیاء کا سردار ہوں اور جب وہ ہوشیار ہوجائے تو تعلیم کے واسطے شیخ علی قاری واسطی کے پاس بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا، اس خواب کے پورے چالیس دن بعد آپ مقام حسن میں پیدا ہوئے اور سات سال تک وہیں اپنے شفیق والدین کے سایۂ عاطفت میں گزارے، آپ کی عمر مبارک کا ساتواں سال تھا کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید علی کسی ضرورت سے بغداد کی طرف سفر میں گئے اور وہاں اُن کا انتقال ہوگیا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شفیق باپ کے وصال کے بعد بظاہر آپ کی تعلیم وتربیت کا کوئی سہارا نہ تھا، اس وجہ سے آپ کے ماموں حضرت بازالاشہب منصور بطائحی قدس سرہ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق تعلیم وتربیت کی طرف پوری توجہ کی، قرآن پاک تو آپ نے مقام حسن میں ہی شیخ عبدالسمیع الحربونی کے پاس حفظ کرلیا تھا، کچھ دن کے بعد حضرت شیخ منصور نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق واسطہ میں زبدۃ العلماء شیخ علی ابوالفضل قاری واسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپ کو بھیج دیا، شیخ علی واسطی نے بھی آپ کی تعلیم وتربیت میں خاص توجہ سے سعی کی۔ حضرت سید احمد کبیر صاحبؒ رفاعی قدس اللہ سرہ میں بچپن سے ہی صلاحیت وسعادت مندی اور زہد واتقیاء کے آثار پائے جاتے تھے۔

چنانچہ آپ کی محترمہ ہمشیرہ سیدہ صالحہ جو نہایت عابدہ زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ: سید احمد جس وقت شیر خوار تھے تو رمضان کے مہینہ میں کبھی دن میں دودھ نہ پیتے تھے، چنانچہ اوّل اوّل تو یہ خیال کیا کہ شاید اس مرضعہ (دودھ پلانے والی) کا دودھ کسی وجہ سے نہ پیا ہو، دوسری عورت کو دیا، آپ نے اس کا دودھ بھی نہ پیا، اسی طرح چند عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی، مگر آپ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا، ہاں مغرب کے بعد آپ دودھ پیتے تھے، جب ذرا ہوشیار ہوئے تو کھیل کود کی طرف بھی بالکل توجہ نہ تھی، اسی سبب سے بہت تھوڑی مدت میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا اور جب آپ تحصیل علم کے لئے واسطہ گئے تو وہاں بھی ایسی محنت اور توجہ سے پڑھا کہ بیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تکمیل کرلی اور آپ کے استاذ محترم نے آپ کو حدیث شریف اور دیگر علوم کی سند اور اجازت عطا کی، آپ شیخ علی واسطی کے علاوہ حضرت شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبدالملک الحربونی کے درس میں بھی شریک ہوتے تھے، جو اس زمانہ کے علماء میں نہایت باکمال مشہور تھے اور اپنے علم وفضل کی وجہ سے مرجع خلائق تھے، غرض جب حضرت سید صاحبؒ نے علوم دینیہ کی تکمیل کرلی اور آپ کے اساتذہ نے سند اور اجازت عطا فرمادی، تو آپ نے بھی وہاں ہی سلسلۂ تدریس شروع کردیا اور ساتھ ہی اپنے ماموں صاحب شیخ بازالاشہب منصور بطائحی قدس سرہ سے علوم باطنیہ کی تحصیل بھی شروع کردی، لطف خداوندی اور مناسبتِ طبعی کی وجہ سے آپ نے اِس فن میں بھی بہت جلد کمال حاصل کرلیا۔

اِدھر تو علوم ظاہری میں آپ کی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہوا اور بڑے بڑے علماء وفضلاء آپ کے درس میں استفادہ کے لئے حاضر ہونے لگے اور اُدھر جب آپ نے نصاب طریقت اور سلوک ومعرفت مدارج عالیہ کو طے کرلیا اور آپ کے زہد واتقاء اور پارسائی کا خاص وعام میں شہرہ ہوگیا اور آپ کے ماموں صاحبؒ نے خرقۂ سجادگی پہنا کر خانقاہ ام عبیدہ میں آپ کو بلالیا تاکہ آپ وہاں رہ کر لوگوں کو ہدایت ورہنمائی کریں اور اپنے علوم ظاہری وباطنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں، پھر تو آپ سے استفادہ کے لئے خلق اللہ ٹوٹ پڑی اور خانقاہِ ام عبیدہ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علماء وفقراء تحصیل علم وتزکیۂ باطن کے لئے رہنے لگے، خانقاہ مبارک میں جتنے آدمی رہتے تھے سب کے کھانے پینے کا انتظام آپ ہی کی طرف سے ہوتا تھا تاکہ سالکین اور طلبہ تسکین قلب اور اطمینان سے حصول مقصد میں لگے رہیں اور فکر معاش میں مبتلا ہوکر ذکر خداوندی سے غافل نہ ہوں۔

بعض مستند اور ثقہ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ بعض بعض ایام میں ہم نے دیکھا کہ دس ہزار آدمیوں کا مجمع خانقاہ میں تھا اور سب کی مہمانی آپ کے لنگر خانہ سے ہوتی تھی، علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت اقدس میں ۱۵/شعبان کو حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اُس دن خانقاہ ام عبیدہ میں تقریباً ایک لاکھ آدمی جمع تھے اور سب کے قیام وطعام کا انتظام سیّد صاحبؒ کی جانب سے تھا، آپ کے اخلاق وعادات تمام وکمال اخلاق محمدیؐ کا نمونہ تھے، عجز وانکسار، تواضع ومسکنت آپ میں حد سے زیادہ تھی، چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلوک ومعرفت کے سب طریقوں کو دیکھا اور غور کیا، لیکن تواضع وانکسار سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہ آیا، اس واسطے میں نے اُسی کو اپنے واسطے پسند کیا، اتباع سنت کے آپ خود بھی بہت پابند تھے اور خدام کو بھی تاکید فرماتے تھے، دنیا کمانے کیلئے لوگوں نے جو باتیں خلافِ شرع ایجاد کر رکھی تھیں، آپ ہمیشہ ان کو مٹانے کی کوشش فرماتے اور ایسے لوگوں سے نفرت کرتے تھے، لباس اور طعام میں سادگی کو پسند فرماتے تھے، دنیاوی تکلیفات اور سامان تعیش سے نفرت تھی، طبیعت میں شرم وحیا بہت غالب تھی، حتیٰ کہ عادت مبارکہ یہ ہوگئی تھی کہ پہنے ہوئے کپڑے جب میلے ہوجاتے تو آپ دریا میں اُتر کر بدن پر ہی کپڑوں کو مل کر صاف کرلیتے اور پھر دھوپ میں کھڑے ہوکر کپڑوں کو سکھاتے اور جب تک کپڑے سوکھ نہ جاتے، آپ دھوپ ہی میں کھڑے رہتے، آپ نے بے شمار اصلاحی کارنامے انجام دئے اور بالآخر ۶۶/سال کی عمر میں ۵۷۸ھ میں رحلت فرما گئے۔

Scanned with CamScanner

خود احتسابی کی ضرورت

ناصر الدین مظاہری

جس دور میں ہم لوگ سانس لے رہے ہیں اس کو مختصر لفظوں میں ''دور قحط الرجال'' کہا جا سکتا ہے، کوئی مجلس، کوئی جماعت، کوئی تنظیم، کوئی ادارہ اور کوئی سوسائٹی ایسی نہیں ہے جس کو کام کے افراد کی کمی کا احساس اور شکوہ نہ ہو۔

اگر غور کیا جائے تو اس احساس کے شاکی، افراد کی کمی کے لئے شکوہ سنج اور کام کے افراد نہ ملنے کی شکایت سب سے زیادہ مسلمانوں کو ہے اور یہ بھی نا قابل انکار سچائی ہے کہ سب سے کم شکوہ یہودیوں کو ہے۔ پوری دنیا کے کل یہودی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، لیکن ان کی سوچ، فکر و نظر کی وسعت، منصوبہ بندی، اتحاد و یکجہتی اور ایک دوسرے کیلئے ہمدردی و مروت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پوری دنیا میں اگر کہیں بھی کسی یہودی مفادات یا یہودی شخص کسی بھی ناگہانی آفت سے دوچار ہوتا ہے تو غاصب و قابض ملک اسرائیل اپنے تمام تر وسائل اور ذرائع کا استعمال کر کے اس کا پائیدار حل تلاش کر لیتا ہے، لیکن مسلمان حکومتیں، با اقتدار شخصیتیں اور با اثر مسلمان دنیا کے کسی بھی ملک اور خطہ کے مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی مشکل کا حل تلاش کرنے میں یکسر ناکام نظر آتے ہیں، حالانکہ ستاون (۵۷) مسلم ممالک ہیں، ان کے اپنے مالیاتی ذخائر اور معدنیاتی خزینے ہیں، تیل، گیس، پیٹرول، سونے اور چاندی کے معادن انھیں کے پاس ہیں، دنیا کی سب سے بڑی مجموعی فوجی طاقت بھی مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کے اہم راستے، ہوائی اور زمینی گزرگاہیں بھی مسلمانوں کے پاس ہیں، لیکن ان سب کے باوجود ہمارا کوئی وجود اور عالمی سوسائٹی میں ہمارا کوئی شمار نہیں ہے...... آخر اس کی وجہ کیا ہے......؟

وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے ''مسلمان'' ہونے کے احساس کو کھو دیا ہے، ایک مؤمن کیلئے سب سے بڑا جو سرمایہ ہوتا ہے اس سرمایہ سے ہم دست بردار ہو گئے ہیں، ہمارے پاس اڑنے کیلئے جو دست و بازو تھے، پرواز کیلئے جو فضائیں تھیں، ان سب پر غیروں نے قبضہ جما لیا اور ہم اسی خوش فہمی کا شکار رہے کہ سب کچھ ہمارے پاس ہے، ہم نے حالات کا رونا رونے کو فرض منصبی تصور کر لیا، اسلام اور مسلمانوں پر جبر و تشدد کو مسلم حکومتوں کے سر تھوپ کر خاموش ہو گئے، معاش و معاد کے معاملہ میں اللہ پر تکیہ کرنے کے بجائے عالمی اور سوئس بینکوں پر بھروسہ کر بیٹھے، اپنی جماعت اور جمعیت کو متحد کرنے کے بجائے ہم خود اغیار کی جماعت کا رکن بن گئے، اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے بجائے دوسروں کے رحم و کرم پر اپنی زندگی گزارنے کو دانائی اور حکمت عملی سمجھ بیٹھے، اپنی اسلامی تنظیمات، دینی مدارس، قرآنی مکاتب اور روحانی خانقاہوں کو آباد کرنے کے بجائے ہم ان ہی کو مطعون اور ہدف تنقید بنانے لگے۔

آپ سوشل میڈیا پر جائیں وہاں آپ کو یہی نظریات پڑھنے کو ملیں گے......

آپ عالمی رائے عامہ پر نظر کریں، ہر جگہ اپنے ہی اپنوں سے باہم دست و گریباں ملیں گے......سیاست کے کوہ ہمالہ کے پہلے زینے پر ہی ہم نے قدم رکھا اور اس کو برا کہنا شروع کر دیا......فیس بک کے علاوہ ایک بھی کتاب نہیں پڑھی اور خود کو دانشور سمجھنے لگے......فرائض کی ادائیگی ہو نہیں پاتی اور مستحبات پر انگلیاں اٹھانے لگے، قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہم سے ہو نہیں سکتا اور تفسیر بالرائے کے خواب سجانے لگے۔ مکتب ہم سے صحیح طور پر چلایا نہیں جاتا اور جامعات پر نکیر کرنے لگے، زکوۃ ہم سے نکلتی نہیں اور مدارس کے نظام طعام و قیام پر نقد و تنقید کر کے دل کی بھڑاس نکالنے لگے......اپنی اولاد شتر بے مہار ہے اور ماتحت ملازمین کی زندگیاں اجیرن کئے ہوئے ہیں، اپنے ماں باپ کی خدمت ہو نہیں پاتی دوسرے بزرگوں کے لئے مستقل فنڈ کی بات کرتے ہیں، اپنی بچیاں بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہیں اور محراب سے ہم پردہ کی رٹ لگائے ہوئے ہیں، اپنے گھر والے ہم سے ناخوش ہیں اور معاشرہ میں خوشنما انقلاب کی ڈفلی بجانے سے نہیں تھکتے، اپنے گھروں کا نظام درست نہیں مگر دوسرے اداروں، مدرسوں اور مسجدوں میں مشورے دیتے نہیں تھکتے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنی ہی سوسائٹی کے لئے اجنبی تصور کئے جانے لگے، پرواز کے لئے ہزاروں وسعتیں، فضائیں اور افق و آسمان ہونے کے باوجود ہمارا عرصہ حیات ہم پر تنگ ہو تنگ ہو گیا۔

آج دنیا میں ہر اہم معاشی نظام پر یہودیوں کا قبضہ ہے، پوری دنیا کا سب سے طاقتور ادارہ میڈیا یہودیوں کے قبضہ میں ہے، پوری دنیا کا سب سے مالدار عالمی بینک یہودیوں کا ہے، امریکہ کے سرکاری یا نیم سرکاری ہر بڑے شعبہ کی سربراہی یہودی کرتا ہے، امریکی جاسوسی نظام سے لے کر دنیا کے ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں کے فوجی نظام کو یہودیوں کے مشاق تربیت یافتہ فوجیوں سے ٹریننگ مل رہی ہے۔

دنیا بھر کے مذکورہ کلیدی شعبہ جات پر مکمل یہودی گرفت کی وجہ کیا ہے؟ وجہ جاننے کے لئے تاریخ کے صفحات کو پلٹنا ہوگا۔

۵۸۶ قبل مسیح میں بخت نصر نے یہودیوں کا قتل عام کرایا تھا، ۱۲۹۰ء میں برطانوی حکومت نے برطانیہ سے یہودیوں کو نکال باہر کیا، ۱۳۹۴ء میں فرانس میں یہودیوں کا قتل عام اور جلاوطنی ہوئی، ۱۳/ مارچ ۱۴۹۲ء میں اسپین کی سرزمین بھی یہودیوں کیلئے تنگ ہو گئی اور وہاں سے بھی یہودیوں کو جلاوطن ہونا پڑا، ۱۵۴۰ء میں نابولی (اٹلی) میں یہودیوں کو بے تحاشہ مارا اور جلاوطن کیا گیا۔

مشہور عیسائی ظالم حکمراں ہٹلر کو بھی یہودی خباثتوں اور چیرہ دستیوں کا بخوبی علم تھا، اس نے محسوس کیا کہ روئے زمین پر اس قوم سے زیادہ مفسد، فتنہ پرداز، عیار و مکار اور ظالم و جابر کوئی اور قوم نہیں ہے؛ چنانچہ ہٹلر نے یہودیوں کی ایک بڑی جمعیت کو جو لاکھوں پر مشتمل تھی بے دریغ قتل کر دیا، یہ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۵ء کے درمیان کی بات ہے، جلاوطنی، نقل مکانی اور قتل عام کے یہ تمام واقعات عیسائی ملکوں اور عیسائی قوموں کے ذریعہ وجود میں آئے، جب کہ مسلمانوں نے یہودیوں کو ہر زمانہ میں بہت زیادہ مراعات دیں، چنانچہ اسپین میں مسلمانوں نے جو مراعات دے رکھی تھیں ان پر مستقل ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے، لیکن یہودی ہمیشہ اپنے محسنوں کے لئے آستین کا سانپ ثابت ہوئے ہیں، جس کا خمیازہ آج ہم مسلمان فلسطین میں بھگت رہے ہیں۔

ان مسلسل قتل عام سے بچ جانے والے مٹھی بھر یہودی اپنی جان بچاتے دنیا کے طول و عرض میں بھاگتے پھرے، انھیں نہ تو کہیں جائے قرار مل سکی اور نہ ہی راہ فرار میسر آ سکی، لیکن جو یہودی جہاں بھی تھا آپس میں ایک دوسرے سے مربوط رہا، نتیجہ کے طور پر ۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر باسل میں ۳۰۰/ اہم یہودی رہنما جمع ہوئے اور پوری دنیا کو اپنی مٹھی میں لینے کا دستور العمل طے کیا، اس دستور کو عام اصطلاح میں ''یہودی پروٹوکول'' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس پروٹوکول کے مطابق کام شروع ہوا، منصوبہ بندی، حکمت علمی، رازداری جو کسی بھی مقصد کو پانے میں کلید کی حیثیت رکھتی ہے اس کو ہمہ وقت پیش نظر رکھا گیا اور اس کا رزلٹ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے۔ (اقوام متحدہ بھی یہودی مفادات کے تحفظ کیلئے قائم ہوا ہے جس کے تمام اہم شعبہ جات یہودیوں کے پاس ہیں۔

یہودیوں نے اپنی شکست کا بدلہ کتنی حکمت اور تدبیر سے لیا کہ دوسری تمام قومیں ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بن گئیں۔ لیکن مسلمان جو ہر دور میں ظلم کا شکار ہوا، ہر عہد میں اس پر غیروں نے شکنجہ کسا، ہر ظالم حکمراں نے گاجر مولی کی طرح کاٹا، ہر نزلہ مسلمانوں کی گردنوں پر گرا، لیکن مسلمان خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوا اور ہم اپنے کردار و عمل سے دوسروں کو مرعوب کرنے کے بجائے خود ہی مرعوب ہو گئے۔

ایک بار حضرت خالد بن عبد الرحمٰن بغداد آئے تو ابو جعفر منصور بغدادی نے آپ سے پوچھا کہ آپ تو خلفاء بنو امیہ میں تشریف لاتے رہے ہیں، بتایئے کہ ان کے اور میرے دور حکومت میں کیا فرق ہے اور آپ نے راستے میں مختلف صوبوں کے عاملین کو کیسا پایا؟

حضرت خالدؒ نے برجستہ فرمایا کہ میں نے تمہارے عاملین (افسران) کو دیکھا جن کے مظالم کی انتہا نہیں ہے، حالانکہ بنو امیہ کے عہد میں کوئی ظلم نہیں تھا۔

منصور عباسی نے یہ جچا تلا اور حق جواب سن کر ندامت کے احساس سے گردن جھکا لی اور کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا اور گویا ہوا کہ اچھے عمال (افسران) نہیں ملتے، ہم کیا کریں؟

حضرت خالدؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حاکم کی مثال ایک بازار کی سی ہے، جس میں وہی مال آتا ہے جو اس میں چلتا ہے، اگر وہ نیک ہوتا ہے تو مقربین اس کے پاس نیک لوگوں کو لاتے ہیں اور اگر وہ بدکار ہوتا ہے تو مقربین اس کی خدمت میں بدکاروں کو پیش کرتے ہیں۔

اللہ کے رسولؐ کا ارشاد عالی ''اعمالکم عمالکم'' (جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حکمراں) اپنی جگہ بالکل برحق ہے، ہمارے اعمال کی نحوست سے حکمراں متعین ہوتے ہیں ''شامت اعمال ما صورت نادر گرفت'' ایک مسلمہ اصول ہے۔

اگر کسی شخص کو پرکھنا ہو تو اس کیلئے سب سے اہم نکتہ ہمارے اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ اس کے مصاحبین اور مجلس نشین پر نظر کرو، اگر مجلس میں عارفین کی آمد زیادہ ہے تو ایسا شخص اپنے وقت کا عارف ہوگا، اگر اس کی مجلس میں علماء اور اہل علم کی کثرت سے آمد ہوتی رہتی ہے تو ایسا شخص نیک اور صالح عالم ہوگا، اہل علم کی مجلس میں دنیا داروں کی آمد زیادہ ہوتی ہو تو ایسا شخص عالم دین نہیں طالب دنیا ہوگا۔ جو عالم مالداروں کے پاس آتا جاتا ہو اس سے دور رہنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

کام کے آدمی نہ ملنے کا شکوہ، وہ بھی ''خیر امت'' میں کس قدر افسوسناک ہے۔ ہندوستان میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق کل ۲۹/ ہزار ۸۷/ مدارس ہیں اگر ہر مدرسہ سے سال میں صرف ایک قاری اور ایک عالم پیدا ہو جائے تو ۲۹/ ہزار ۸۷/ قراء اور ۹۲ ہزار ۸۷/ علماء ہو جائیں گے۔ اس حساب سے صرف دس سال میں ایک لاکھ نوے ہزار سات سو اسی (۱۹۰۷۸۰) علماء اور قراء ہمارے درمیان اپنی شاندار لیاقتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ موجود ہوں گے۔

غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان میں ۳۵/ کروڑ مسلمان ہیں، اگر فی صد مسلمانوں پر ایک کام کا آدمی تیار ہو جائے تو ۳۵/ لاکھ کام کے افراد ہمارے درمیان ہو سکتے ہیں، اس سے بھی زیادہ وسعت سے کام لیا جائے اور فی ہزار مسلمانوں پر ایک ہی کام کا فرد مان لیا جائے تب بھی یہ تعداد ۳/ لاکھ پچاس ہزار ہو جائے گی، جو ظاہر ہے کہ ایک بڑے ملک کو چلانے اور کسی بھی نظام عمل کو سنبھالنے کی کفیل ہو سکتی ہے۔

ایک عیسائی ملک میں یہودیوں کی اہم کتاب ''تلمود'' پر پابندی لگائی گئی تو یہودیوں نے اپنے بچوں کو تلمود کو حفظ کرانا شروع کر دیا۔

یوپی کی حکومت نے اردو ٹیچروں کی تقرریاں شروع کیں تو اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے بہت سے کافر مطلق نے اردو داں اور اردو اداروں سے رجوع کیا کہ انھیں اردو سکھا دی جائے تاکہ اردو ٹیچرس میں ان کا بھی نام آ سکے۔ حج بیت اللہ جو خالص اسلامی شعار ہے لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ہندوستان میں حج کے امور کا سب سے کلیدی عہدہ غیر مسلم کے پاس ہوتا ہے۔

اسی طرح ہندوستان میں اوقاف کی اہم حیثیت ہے اور تیسرے نمبر پر سب سے بڑی جائداد اوقاف کی ہے لیکن مجموعی طور پر ان کی دیکھ ریکھ کے لئے کلیدی عہدے غیروں کے پاس ہیں۔ ہندوستان میں سکھ شاید سب سے کم ہیں لیکن طاقت اور روزگار کے اعتبار سے سب سے آگے ہیں۔

امت کو کبھی بھی گفتار کے غازیوں کی ضرورت نہیں رہی، ہر دور میں کردار کے غازیوں کی جستجو رہی ہے، اس لئے ہواؤں کے رخ کو پہچانئے اور ایسی راہوں کا تعین کیجئے جن کے ذریعہ دین اسلام کو عروج مل سکتا ہے، ایسی ڈگر کے خوگر بنئے جن کو ہمارے اسلاف اور اکابر نے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، دنیا کی ہر زندہ زبان کو سیکھئے اور پھر ان ہی لوگوں میں دعوت کے کام کو آگے بڑھایئے، پھر دیکھئے اسلام کی عظمت رفتہ بحال ہو گی اور اس کو اس کا کھویا ہوا مقام پھر سے مل سکے گا۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے باصلاحیت افراد کو آگے بڑھائیں، نئے دماغوں، نئے چہروں اور نئے عزم و ارادوں سے لیس نئی نسل کو کام کے بہتر سے بہتر طریقے بتلائیں اور ان کو دین کا سچا خادم بنائیں، دینی مدارس کی روح کو برقرار رکھیں، وہاں زیر تعلیم طلبہ کی تعلیم و تربیت پر ایسی توجہ اور دلچسپی کا مظاہرہ کریں جو ہم اپنے بچوں کے سلسلہ میں کرتے ہیں۔

مدارس ضرورت کی جگہوں پر ہی قائم کریں، صرف اختلافات کی بنیاد پر کوئی مدرسہ نہ کھولیں نہ ہی کسی مدرسہ پر قبضہ کریں، افراد ساز اداروں کو وجود بخشیں، دین کو دین کے سچے خادم ہر وقت اور ہمہ وقت مل سکیں اور پھر قوم کا یہ دکھڑا اور رونا بھی دور ہو جائے کہ قحط الرجال کا زمانہ ہے، افراد سازی نہیں ہو رہی ہے، رازی اور غزالی پیدا نہیں ہو رہے ہیں، عوام کو ان کی توقعات کے مطابق علماء، حفاظ، قرا، دعاۃ اور مبلغین و مقررین نہیں مل پا رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

عہد وسطیٰ میں مذہبی رواداری

ڈاکٹر محمد مسیح اللہ

موجودہ زمانہ بعض اعتبار سے بڑا منفرد زمانہ ہے۔ مختلف طرح کی تبدیلیاں اور انقلابات جتنے اس دور میں آئے ان کی مثال ماضی میں کہیں نہیں ملتی۔ وسائل حمل ونقل اور ذرائع ابلاغ نے ساری دنیا کو عملاً ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے فروغ نے تعلیم کو ہر فرد کی دسترس میں کر دیا ہے۔ انڈسٹری اور دیگر ذرائع آمدنی کے بے تحاشا فروغ نے لوگوں کو ایک طرف انفرادی طور پر بڑی خود مختاری بخشی ہے اور دوسری طرف وسائل حیات کی فراوانی نے اجتماعی طور پر ایک دوسرے پر انحصار میں اضافہ کیا ہے۔ وسائل حمل ونقل نے انسانوں کی اسفار کو عام کر دیا ہے۔ ایک شخص ایک شہر میں رہتا ہے اور دوسرے شہر میں کام کرتا ہے۔ بلکہ ایسا بھی ہے کہ ایک ملک میں رہتا ہے اور دوسرے ملک میں کام کرتا ہے، ایک ساتھ کام کرنے والوں کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ سارے کام انٹرنیٹ کی مدد سے ایک ساتھ کرتے ہیں لیکن ملتے کبھی نہیں۔

عالم گیر تبدیلیوں اور دنیا میں تیزی سے ترقی کرتی ہوئی عالم گیریت کے اس عہد میں جہاں اور بہت سارے مسائل پیدا ہوئے ان میں ایک انتہائی اہم مسئلہ یہ ہے کہ آج مختلف مذاہب کے ماننے والے پہلے سے کہیں زیادہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے ماننے ہر سطح پر اختلاط اور رابطہ بہت بڑھ گیا ہے۔ ماضی قریب تک یہ صورت حال تھی کہ ایک ملک اور ایک علاقے میں عام طور پر ایک ہی مذہب کے ماننے والے رہا کرتے تھے اور ان کے باہمی روابط میں مذہب ایک اضافی حیثیت رکھتا تھا لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ مشکل سے ہی کوئی ایک خطہ یا علاقہ ہوگا، جہاں صرف ایک مذہب کے ماننے والے ہوں ورنہ ہر جگہ مختلف مذاہب اور روایات کے لوگ اپنے اپنے تاریخی وروایتی ورثے کے ساتھ ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں۔ ان حالات نے مذاہب کے ذمہ داروں کو بھی مجبور کیا کہ وہ اپنی روایتی فکر پر نظر ثانی کریں اور مذہبی کتابوں میں ایک دوسرے کے مذاہب کے احترام سے متعلق جو تعلیمات ہیں ان کو عام کر کے ایک نیا سماج اور نیا معاشرہ تشکیل دیں جو باہمی احترام اور باہمی اعتماد کی بنیاد پر استوار ہو اور جس میں اپنے مذہب کے ساتھ دوسرے کے مذہب کو بھی عزت کا مقام دیا گیا ہو۔ موجودہ دور کے اس منظر نامے میں برصغیر ہند ایک استثنا ہے چوں کہ برصغیر ہند ابتداء سے بھی مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ اس لیے ہندوستان کے لیے یہ تبدیلیاں نئی نہیں ہیں۔ ہندوستان میں کبھی بھی لسانی تہذیبی یا مذہبی یگانگت نہیں رہی بلکہ ہمیشہ تکثیریت رہی اس لیے قومی سطح پر ہندوستان کا مزاج رواداری کے معاملے میں دیگر ممالک سے مختلف رہا ہے۔ یہاں دوسرے افکار و مذاہب کو جگہ دینے کی روایت ابتداء سے رہی ہے اور ان کے احترام کا جذبہ بھی رہا ہے۔ اس وجہ سے یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر زبانوں کے لب ولہجے میں بدلاؤ نظر آتا ہے۔ یہاں ایک کہاوت مشہور ہے کہ کوس کوس پر پانی بدلے چار کوس پر بولی' یعنی یہاں لسانی تکثیریت اتنی زیادہ ہے کہ ہر کوس پر زبان کا لہجہ بدل جاتا ہے۔ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ ساتھ مختلف ثقافتی مظاہر بھی یہاں ہمیشہ سے موجود رہے ہیں۔ یہ تمام لوگ ایک ہی ملک کے باشندے ہیں ان میں ایک وحدت بھی ہے اور الگ الگ مذہبوں کے ماننے والے، الگ الگ زبانوں کے بولنے والے، الگ الگ طرح سے زندگی گزارنے والے ہیں اس لیے ان کے درمیان اختلاف بھی ہے۔ اس طرح یہاں تکثیریت میں جو وحدت پائی جاتی ہے وہ اس ملک کی اہم خصوصیت ہے اور عہد وسطیٰ کی تاریخ میں جو صوفیہ کرام کی صلح کل کی پالیسی اور مسلم حکمرانوں کی رواداری نظر آتی ہے وہ اسی کثیر مذہبی معاشرے کی دین ہے۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں تھا بلکہ عرب و ہند کے تعلقات ماقبل اسلام سے ہی قائم تھے۔ خاص کر اسلام کے تعلق سے دیکھا جائے تو اس ملک میں اسلام کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود اسلام کی ہے۔ عرب و ہند کے تعلقات اسلام سے قبل بھی استوار تھے اسلام لانے کے بعد بھی عرب مسلسل ہندوستان آتے رہے اور ساحلی علاقوں میں ان کی بستیاں قائم رہیں۔ خلیفہ ہارون رشید کے قائم کردہ بیت الحکمہ میں فلسفے اور دوسرے علوم کی بعض ہندوستانی کتابیں ہندو پنڈتوں نے ترجمہ کیں۔ تفصیلات حسن چراغی کی کتاب عجائب الہند، بزرگ بن شہریار کے سفرنامے اور مسعودی کی کتاب مروج الذہب میں عرب و ہند کے ابتدائی تعلقات کی تفصیلات موجود ہیں۔ قاضی اطہر مبارک پوری نے عرب و ہند کے تعلقات اور سید سلیمان ندوی نے عربوں کی جہازرانی پر تفصیلی معلومات جمع کر دی ہیں۔ اس کے علاوہ شمالی ہندوستان کے اندرونی علاقوں میں عربوں کے آنے کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان خوں ریز تصادم ہوا تو بہت سے شکست خوردہ لوگ شام و عراق سے جان بچا کر سندھ میں آباد ہو گئے یہ وقت راجہ داہر کی حکومت کے استحکام کا وقت تھا۔ چنانچہ اس نے ان مسلمانوں سے مدد کی درخواست کی تو دو اہم سردار محمد علافی اور حسین سامہ نے راجہ داہر کی بڑی مدد کی۔ اس طرح یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مغربی اور جنوبی ہند سے نہ صرف عربوں کے تجارتی تعلقات تھے بلکہ ساحلی علاقوں میں ان کی آبادیاں بھی موجود تھیں اور یہیں سے ہندو مسلم تہذیب کا ملاپ نظر آتا ہے۔ سندھ پر محمد بن قاسم کے قبضے کے بعد ہندوستان میں ایک مستحکم اور پائیدار اسلامی ثقافت کی بنیاد پڑی جس کے نتیجے میں قومی ہم آہنگی پیدا ہوئی اور بعد میں متحدہ قومیت کی تحریکات کی کامیابی کی راہ ہموار ہوئی۔ فتح سندھ کے بعد محمد بن قاسم نے فاتح مسلمانوں اور مفتوح غیر مسلموں کے درمیان جو باہمی الفت اور یک جہتی کا رنگ گھولا اور ایک دوسرے کی اجنبیت کو ایک حد تک مٹا دیا اور جو اقدامات کیے وہ ہند میں اسلامی تہذیب کی تشکیل میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جس کو حامد الکوفی نے چچ نامے میں بیان کیا ہے۔

ہندوستان میں سلطنت کے قیام کے بعد اس باہمی تعامل کو اور زیادہ فروغ ملا۔ دہلی میں مسلم حکومت کے قیام کے بعد مسلم حکمرانوں نے جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا وہ مذہبی رواداری اور انسانی سلوک تھا۔ اس سلسلہ میں عہد سلطنت کے فتاوی کافی اہمیت رکھتے ہیں جن میں حکمراں اور عوام کے ساتھ رواداری اور غیر مذہب سے کیا رویہ ہو اس پر کافی زور دیا گیا ہے، عملی طور پر اس سرزمین پر اسلامی مساوات اور اخوت کے عملی نمونہ کا پیکر صوفیہ کرام ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے ہندوستان میں تصوف کا آغاز ہوا، ہندوستان کی سرزمین جو صوفی، سنتوں اور رشیوں کی سرزمین ہے جس کی فضا میں بھگتی کے گیت اور منموہن کے بھجن ایسے گھلے ملے ہیں جیسے پھول میں خوشبو۔ یہاں رشی منیوں کے مدھر منتروں کی خوشبو ہوا میں ایسی رچی بسی ہوئی ہے کہ یہاں تصوف کی آمد کوئی نئی یا اجنبی فکر نہیں تھی بلکہ صوفیہ کرام یہاں کی ضرورت بن کر ابھرے۔ ہندوستان کی سرزمین پیاسی تھی جسے صوفیہ کرام نے اپنے مساوات کے طرز عمل سے سیراب کر دیا اور یہاں کے نغموں میں ایک نئے آہنگ کا اضافہ کیا۔ اس وجہ سے صوفی روایت یہاں داخل ہوتے ہی عوامی روایت بن گئی۔ اسلام نے مذہبی رواداری کا سبق دیا ہے اور تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ ایسا معاشرہ قائم کیا جس کی بنیاد مذہب نہیں بلکہ باہمی رواداری تھی۔ مکی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدے کیے جیسے حلف الفضول یا سماجی زندگی میں جو تعلقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیے اس میں مذہب کو آلہ کار نہیں بنایا بلکہ انسانی تقاضے اور انسانیت کو پیش پیش رکھا اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امین اور صادق کا لقب ملا۔ یہ بھی مذہبی رواداری کی عملی تعلیم ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ میں ہزاروں واقعات ملتے ہیں جس سے اسلام کی اخلاقی اور مذہبی رواداری کی تعلیم جھلکتی ہے اور جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اسلام کی اس رواداری کا ذکر قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر آیا ہے مثلاً قرآن نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے ہدایت دینا اللہ کا کام ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے کیے جس کی تشریح میں دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول یعنی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ رواداری، سماجی تعلقات، پڑوسیوں کے حقوق اور انسانیت کی بقا سب شامل ہیں۔

''مدینہ میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو یہاں یہودیوں کا دبدبہ تھا مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے غربا کو سود پر پیسہ دیتے اور ادا نہ کرنے پر ان کی جائداد پر قبضہ کر لیتے۔ اتنا ہی نہیں ان کے بچوں اور عورتوں کو اپنے یہاں رہن رکھ لیتے۔ دولت کی افراط کی وجہ سے ان میں ہر قسم کی عیاشیاں بھی پیدا ہو گئی تھیں۔'' یہی حال تمام عالم کا تھا چنانچہ ایسے معاشرے میں اسلام نے اپنے اخلاقی پہلو کو مرکزی حیثیت دی اور ان لاچار اور غریب لوگوں، عورتوں اور بچوں پر رحم و کرم کا معاملہ کیا اور مسلمانوں اور یہودیوں کے بیچ ایک معاہدہ کیا جو تاریخ انسانی کا پہلا پارلیمانی حیثیت کا معاہدہ تھا۔ یہ معاہدہ میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔ اس میں مذہبی رواداری کو عملی طور سے اختیار کیا گیا۔ یہ معاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذہبی رواداری اور فراخ دلی کی ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ میثاق مدینہ کے علاوہ اور بھی معاہدے اسلامی تاریخ میں ہوئے جن سے مذہبی رواداری کا درس ملتا ہے جیسے صلح حدیبیہ، بیعت عقبی وغیرہ۔ لیکن میثاق مدینہ اپنی دفعات اور دور اندیشی کی بنا پر آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ مدینہ میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے تھے مسلمان بھی تھے، یہودی بھی اور مشرک بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا معاہدہ کیا جس کی رو سے سب کو برابر کا حق حاصل تھا۔ مذہب کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں یہ قرآن کا بنیادی اصول ہے۔ ہے اور اس اصول کو مسلم حکمرانوں نے ہمیشہ سامنے رکھا اور جہاں بھی حاکم یا محکوم کی شکل میں گئے وہاں مذہبی آزادی کے اصول کو ملحوظ رکھا اور تمام مذاہب کے لوگوں کے ساتھ انسانیت کا رشتہ قائم کیا۔ تصوف کی روایت اسلام کے دامن میں پروان چڑھی۔ اسلام کی شان جمال کا اظہار اس روایت میں ہوا۔ وقت کے تقاضے تھے کہ ایک گروہ جو امراء وسلاطین کے قریب رہا وہ عوام سے دور رہا اور عوامی مسائل سے اس کو کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ اس خلاء کو صوفیہ کرام نے بغیر کسی مذہبی تفریق کے پُر کیا اور عام آدمی کی اصلاح و تربیت کی۔ چوں کہ بادشاہوں کو بھی ان صوفیہ سے بڑی عقیدت تھی اس طرح عوام کے مسائل صوفیہ کرام کے ذریعہ امراء و حکمرانوں تک پہنچے تھے۔

ہندوستان میں کثیر مذہبی سماج قائم کرنے میں سب سے زیادہ خدمات صوفیاء کرام نے انجام دیں۔ ایک کثیر مذہبی اور مشترکہ سماج کے قیام کے لیے سب سے پہلی چیز جو ضروری تھی وہ زبان تھی۔ 'صوفیہ کرام نے ہندوستان میں آ کر مقامی زبان سیکھی اور اپنا پیغام مقامی زبان میں لوگوں کو دیا' لوگوں کے ساتھ ان کے تال میل اور مسلسل رابطہ کی وجہ سے ایک نئی زبان کو فروغ ہوا جس نے مسلم اور غیر مسلم دونوں کے درمیان رابطہ استوار کیا۔ یہ زبان بھی ہندوستانی کبھی ریختہ اور کبھی اردو کے نام سے موسوم ہوئی۔ صوفیہ نے اس زبان میں شاعری بھی کی اور نثر میں بھی کتابیں لکھیں۔ صوفیہ کے ذریعہ اس زبان کی ترویج و اشاعت نے صوفیہ کے پیغام کو عوام تک پہنچایا اور ان کی زبانی دلوں کا گداز بن گئی۔ بابا فریدالدین گنج شکر نے اپنے پنجابی کلام کے ذریعہ اور ملک محمد جائسی نے ہندی کلام کے ذریعہ اور کبیر داس نے اودھی زبان کے ذریعہ اپنا پیغام عام کیا۔ اس طرح ہندی اور اودھی زبان اس معاشرے کی علامت بن گئی جو ہندوستان کے عہد وسطیٰ میں صوفیہ کے ذریعہ وجود میں آیا۔ صوفیہ کے اس رویے نے یہاں بھگتی تحریک شروع کی اور اس کے اثرات کو سکھ مذہب نے بھی اپنایا۔ اس کے زیر اثر مقامی زبانوں میں شاعری شروع ہوئی اور کرشن بھگتی، رام بھگتی اور ایشور بھگتی کی فضاء میں اس بات کی گنجائش پیدا ہوئی کہ لوگ ایک دوسرے کو زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھ سکیں اور ایک دوسرے کے طور طریقوں کا احترام ان کے اندر پیدا ہو۔ چنانچہ بابا فرید کے حوالے سے لکھا ہے: ''حضرت قبلہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سلسلے کا یہ اصول ہے کہ مسلمان اور ہندو دونوں سے صلح رکھنی چاہیے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ ہے۔ اے حافظ اگر تم وصل کے خواہش مند ہو تو ہر خاص و عام کے صلح کا رویہ اختیار کرو۔ اسی طرح ہر دور کے سلاطین و صوفیاء نے مذہبی رواداری کا طریقہ اختیار کیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ ہندو مسلمان کے ساتھ صلح کل کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ان کے عزیز شاگرد اور مرید خواجہ امیر خسرو نے تو اس میدان میں سب سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ انھیں ہندوؤں کی مذہبی کتابوں اور ان کے تہذیبی مزاج کا گہرا علم تھا اور ہندوستان سے بھی انھیں گہری محبت تھی۔ اپنی مثنوی نہ سپہر کے آخری باب میں انھوں نے ہندوؤں کے بارے میں جس طرح اظہار خیال کیا ہے وہ بے مثال ہے اور حب الوطنی کی اعلیٰ مثال ہے۔ صوفیہ کرام نے عہد وسطیٰ کے اندر ایک کثیر مذہبی معاشرہ کی بنیاد رکھی اور ان کے لیے تمام ممکنہ وسائل اختیار کیے۔ یہ صوفیہ کرام ہی تھے جنھوں نے انسان دوستی، ایک دوسرے کے احترام اور مذہب وملت سے بلند ہو کر انسانیت کے راستہ کو سب سے اہم قرار دیا۔ صوفیہ کا اصول تھا کہ (الخلق عیال اللہ) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اس بنیاد پر انھوں نے تمام انسانوں کے ساتھ باہمی یگانگت کا رشتہ استوار کیا اور آپس میں الفت و محبت کی بنا قائم کی۔ ہندوستان کا معاشرہ اور گنگا جمنی تہذیب ان ہی صوفیہ کرام کی خدمات اور کاوشوں کی رہین منت ہے۔

Scanned with CamScanner

محمد اسعداللہ قاسمی

اخبار جہاں

چارسال میں فلسطینی ریاست کوتسلیم کرنے کانیتن یاھو کاخفیہ منصوبہ

اسرائیلی اخبار یروشلم پوسٹ کی طرف سے شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں وزیراعظم بنجمن نیتن یاہو کے ایک خفیہ منصوبے کی خصوصیات کا انکشاف کیا گیا ہے، اس منصوبے کا مقصد غزہ میں ایک فوجی حکومت کی تشکیل اور چار سال کے اندر مستقبل کی فلسطینی ریاست کے قیام کی خواہش شامل ہے، اخبار نے اس منصوبے کی تفصیلات کونیتن یاہو کی اسٹریٹجک چال کے طور پر بیان کیا ہے، رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ نیتن یاہوغزہ میں ایک اسرائیلی فوجی حکومت بنانا چاہتے ہیں جوایک عبوری مدت کے لیے امداد کی نگرانی کرے گی، اس طرح اسرائیل کوغزہ میں فوجی کارروائیاں جاری رکھنے کا حق ہوگا اور وہ غرب اردن میں بھی فوجی کارروائیاں کرسکے گی، اس منصوبے میں حماس یامحمود عباس کوشامل نہیں کیا جائے گا، منصوبے میں ایک نئی فلسطینی اتھارٹی اورمغربی کنارے میں فلسطینی اتھارٹی میں تبدیلیاں اوراصلاحات کرنا بھی شامل ہیں، اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ نیتن یاہو کامنصوبہ ایک ایسااتحاد تشکیل دینا ہے، جس میں عرب ممالک شامل ہوں، نئی فلسطینی اتھارٹی کے قیام کی حمایت کریں؛ تاکہ اگر یہ منصوبہ ایک مخصوص ٹائم ٹیبل کے اندر کامیاب ہوجائے تواسرائیل فلسطینی ریاست کوتسلیم کرلےگا (ایجنسی)

غزہ پرموقف، برطانیہ کی لیبر پارٹی مسلمان ووٹ کھونے لگی

برطانیہ کی لیبر پارٹی کی جانب سے غزہ کے حوالے سے اپنائے گئے موقف کے بعد خدشات پیدا ہوگئے ہیں کہ وہ مسلمان ووٹرز کی حمایت کھورہی ہے، جس پر پارٹی کے سینئر عہدیداروں نے تشویش کا اظہار کیا ہے، نیوز نے برطانوی اخبار دی گارڈین کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ لیبر پارٹی کے عہدیداروں نے مسلمان ووٹرز کے بارے میں سروے بھی کرواناشروع کردیے ہیں، رپورٹ میں لیبر پارٹی کے ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جماعت برطانیہ بھر میں پولز کروارہی ہے اور گروپس کومنظم کررہی ہے؛ جبکہ عام انتخابات کے انعقاد میں چند ماہ باقی ہیں، پارٹی کے سینئر ایم پی نے اخبار کو بتایا کہ مسلمان نہ صرف لیبر پارٹی کے کلیدی سپورٹر ہیں؛ بلکہ جغرافیائی لحاظ سے بھی بہت اہم ہیں اوران میں سے بہت سے جنوب اورشمال مغربی علاقوں کی نشستوں کے لیے اہم کردارادا کرسکتے ہیں، اس لیے ہمیں ان پرتوجہ دینے کی ضرورت ہے، ایک اوررکن کا مزید کہنا تھا کہ، ہم جانتے ہیں کہ، ہم نے مسلمان ووٹ کھودیئے ہیں اور ہم پر ان کا اعتماد بھی کم ہوگیا ہے، مسلمان کمیونٹی اب ہمارے لیے سیف ووٹر بیس نہیں رہی اور اس کی وجہ ابتدائی طور پر ہمارا جنگ کے معاملے پرردعمل تھا؛ اس لیے اب ہم اس نقصان کو پورا کرنے کی کوشش کررہے ہیں (ایجنسی)

غزہ کےاسکول سے ہاتھ پاؤں بندھی 30 سے زائد شہداء کی نعش برآمد

اسرائیلی فوج کا غزہ میں فلسطینیوں کا بدترین قتل عام جاری ہے، شمالی غزہ کے اسکول سے ہاتھ پاؤں بندھی 30 سے زائد نعش ملی ہیں، فلسطینی وزارت خارجہ نے فلسطینیوں کے قتل عام کی عالمی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے، وزارت خارجہ کا کہنا ہے کہ شمالی غزہ کے اسکول سے 30 سے زیادہ نعشیں اجتماعی قبر سے ملی ہیں، نعشوں کی آنکھوں پر پٹیاں، ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے، ان تمام فلسطینیوں کوتشدد کرکے قتل کیا گیا ہے، فلسطینی وزارت خارجہ کا کہنا ہے کہ یہ تمام شواہد ثابت کرتے ہیں اسرائیل فلسطینیوں کا قتل عام کررہا ہے، اسرائیل غزہ میں بین الاقوامی قوانین کی سنگین خلاف ورزیاں کررہا ہے، دوسری جانب اسرائیل نے غزہ شہر کی 90 ہزار آبادی کوانخلا کا حکم دے دیا ہے، اسرائیلی فورسز کی جانب سے ناصراورال امل اسپتال کا محاصرہ 10 روز سے جاری ہے، اسپتال کے احاطے میں فائرنگ اور ڈرون حملے جاری ہیں، العودہ اسپتال پرشیلنگ بھی کی گئی، جبکہ رہائشی علاقوں پر بھی بمباری کی گئی، اسرائیلی فورسز نے مغربی کنارے میں بھی چھاپہ مارکارروائیاں کرتے ہوئے 15 فلسطینی گرفتار کرلیے ہیں (ایجنسی)

بنگلہ دیش کےنوبل انعام یافتہ ماہراقتصادیات محمد یونس ضمانت پررہا

بنگلہ دیش کی عدالت نے ملک کے نامور نوبل امن انعام یافتہ ماہر اقتصادیات محمد یونس کو ضمانت پر رہا کردیا ہے، خبررساں ادارے اے ایف پی کے مطابق محمد یونس کو یکم جنوری کو لیبر قوانین کی خلاف ورزی کے مقدمے میں چھ ماہ قید کی سزا سنادی گئی تھی، رہائی کے بعد عدالت کے باہر خطاب میں محمد یونس نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اپنی ماحولیاتی اور معاشی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنا کرہی رہیں گے، اس وقت محمد یونس کو کئی ایک مقدمات کا سامنا ہے جن کے بارے میں ان کے حامیوں کا کہنا ہے کہ یہ سیاسی مقاصد کے لیے بنائے گئے ہیں، 83 سالہ ماہر معاشیات نے عدالت کے باہر رپورٹرز سے گفتگو میں کہا کہ، ہمارا خواب ایک نئی دنیا کی تعمیر ہے (ایجنسی)

بائیڈن کوعجیب مشکل درپیش، انتخابی مہم میں مسلم اورعرب معاونین ندارد

غزہ کی پٹی میں 7راکتوبر سے جاری جنگ نے امریکی صدر جو بائیڈن کی سیاست پر بھی منفی اثرات مرتب کیے ہیں، امریکہ کا ایک بڑا طبقہ انہیں غزہ میں چھبیس ہزار فلسطینی ہلاکتوں کے باوجود جنگ بندی کرانے میں ناکامی پر قصوروار ٹھہرا رہا ہے اوراس وجہ سے ان سے مایوس ہے؛ تاہم بائیڈن کے عزائم جنہیں 2020ء کے انتخابات کے دوران ملک کے بیشتر عربوں اورسیاہ فاموں کی حمایت حاصل تھی اس بار ایسا نہیں، بہت سے عرب امریکی اور مسلم ووٹروں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ بائیڈن کے دوبارہ انتخاب کی کوششوں کی حمایت نہیں کریں گے کیونکہ وہ تل ابیب کے لیے ان کی مستقل حمایت اورمحصور غزہ کی پٹی میں فلسطینیوں کی ہلاکتوں کی تعداد 26رہزار سے زیادہ ہونے کے باوجود جنگ بندی میں ناکامی کی وجہ سے مسلمان اورعرب ووٹران سے مایوس ہیں (ایجنسی)

تعلیم وروزگار

ریلوے میں اسسٹنٹ لوکوپائلٹ کے لئے 5696 عہدوں پربحالی

ریلوے ریکوائرمنٹ بورڈ (RRB) نے اسسٹنٹ لوکو پائلٹ (ALP) میں 5,696 عہدوں پر بحالی نکالی ہے، یہ آسامیاں ریلوے کے مختلف زونز کے لیے مستقل بنیادوں پر پُر کی جائیں گی، خواتین بھی درخواست دے سکتی ہیں، اترپردیش کے لیے 300 سے زیادہ آسامیاں ہیں، دلچسپی رکھنے والے درخواست دہندگان کا 10ویں پاس ہونا چاہیے اور ITI سے سرٹیفکیٹ/ ڈپلومہ ہونا چاہیے، درخواست آن لائن دینی ہوگی، جس کی آخری تاریخ 19رفروری 2024 ہے، درخواست کی فیس وغیرہ کے بارے میں تفصیلی معلومات ذیل میں دی گئی ہیں:

☆ درخواست کی فیس: 250 روپے سے 500 روپے تک کی فیس آن لائن ادا کرنی ہوگی۔

☆ آن لائن درخواست کی آخری تاریخ 19رفروری 2024 (رات 11:59 بجے تک)

☆ درخواست فارم میں غلطیوں کودرست کرنے کی آخری تاریخ: 29رفروری 2024

☆ ویب سائٹ: www.recruitmentrrb.in/indianrailways.gov.in

☆ ای میل کا پتہ: rrbhelp@csc.gov.in ☆ ہیلپ لائن نمبر: 9592001188

جھارکھنڈ میں 494 عہدوں پرہوگی بحالی

جھارکھنڈ اسٹاف سلیکشن کمیشن (JSSC) نے 494 آسامیوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، یہ تقرریاں ریاستی حکومت کے مختلف محکموں کے لیے ہوں گی، اس کے لیے جھارکھنڈ تکنیکی/خصوصی قابل گریجویٹ سطح کا مشترکہ مسابقتی امتحان 2023 منعقد کیا جائے گا، ریاست کے اصل باشندوں کو ہر قسم کے تحفظات کا فائدہ ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرے میں درخواست دے سکتے ہیں، آن لائن فارم بھرنے کی آخری تاریخ 15رفروری 2024 ہے۔

درخواست کا طریقہ: ☆ ویب سائٹ (https://jssc.nic.in) پر جائیں ہوم پیج پر ہرے رنگ کی پٹی میں "نوٹس" پر کلک کریں، پھر (Advertisement) پر کلک کریں، یہاں Brochure of JTGLCCE-2023(Regular vacancy) نام سے بھرتی سے متعلق اشتہار ڈاؤنلوڈ کریں۔

☆ ہوم پیج پر اسکرول کرتے ہوئے نیچے آئیں، یہاں واٹس نیو (Whats'new) میں "online Applicaion For JTGLCCE-2023 New' نام کے نوٹیفکیشن پر کلک کرنے پر نیا ویب پیج کھلے گا، اس پر آن لائن اپلیکیشن فارم (JTGLCCE-2023) کے نیچے (Apply Now) پر کلک کریں۔

☆ نئے ویب پیج پر رجسٹریشن فارم کے نیچے مانگی گئی معلومات درج کردیں، پھر کیپچا کوڈ بھر کر "سمبٹ رجسٹریشن فارم" پر کلک کریں، اپلیکیشن پر کلک کرنے پر درخواست فارم کھل جائے گا، اس میں مانگی گئی معلومات درج کریں اس کے بعد پیمنٹ پر جائیں اور دئے گئے معلومات کے مطابق درخوست فیس ادا کردیں۔

☆ درخواست کی فیس: جنرل، ای ڈبلیوایس، اوبی سی زمرہ اور دیگر ریاستی امیدواروں کو 100 روپے ادا کرنے ہوں گے۔ جھارکھنڈ کے SC / ST زمرے کے لیے 50 روپے۔

☆ آن لائن درخواست کی آخری تاریخ: 15 فروری 2024 (شام 59:11)

☆ ویب سائٹ:- www.jssc.nic.in

☆ ای میل آئی ڈی: jharkhand_ssc@rediffmail.com

دہلی میں ہوم گارڈز کی 10285 اسامیوں پر بحالی

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف ہوم گارڈز (DGHG) نئی دہلی نے ہوم گارڈز کی 10,285 آسامیوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، یہ بھرتی تین سال کی مدت کے لیے کی جائے گی جس میں دوسال کی توسیع کی جاسکتی ہے، ان آسامیوں کے لیے درخواست دینے کے لیے دہلی کا رہائشی سرٹیفکیٹ ہونا ضروری ہے، اہل امیدوار آن لائن درخواست دیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 13رفروری 2024 ہے۔

☆ درخواست کی فیس: تمام زمروں کے لیے 100 روپے۔ فیس کی ادائیگی آن لائن گیٹ وے کے ذریعہ کی جائے گی۔

☆ آن لائن درخواست کی آخری تاریخ: 13رفروری 2024 (رات 11:59 بجے تک)

☆ ویب سائٹ: https:dghgenrollment.in //، http،homeguard.delhi.gov.in//:

☆ ای میل آئی ڈی: helpdesk.dghg@gmail.com

ایک ہی چھت کے نیچے ہر طرح کی طباعت کفایتی شرح پر دستیاب
مدارس کے اشتہارات اور رسید کی چھپائی کا خصوصی نظم
Azimabad Printers
8434419421
9304022690
Calender | Raseed
Letter Head | Pamphlet
Handbill | Invoice Book
Flex/Banner | Poster
Notebook | Text Book
Magazine | News Paper
Add: Plot No. 905, Vachaspati Colony Road, Near- Kamhrar Gumti, Sandalpur, Patna-06

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

احساس ذمہ داری سے تنظیمیں مضبوط ہوتی ہیں: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم و ہدایت پر مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر بھوارہ ضلع مدھوبنی میں ضلع وبلاک کمیٹی تنظیم امارت شرعیہ مدھوبنی کی اہم نشست زیر صدارت حضرت مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف، پٹنہ منعقد ہوئی، ضلع کمیٹی کے صدر مفتی انوار احمد صاحب ناظم مدرسہ عارفیہ سنگرام مدھوبنی نے باجازت صدر سابقہ کاروائی کی رپورٹ پیش کی پھر غور وفکر اور تبادلۂ خیال کے بعد فیصلہ لیا گیا کہ (۱) ہر چار ماہ پر میٹنگ بلائی جائے جس کی ترتیب اس طرح ہو کہ پہلے ماہ میں پنچایت دوسرے ماہ میں بلاک اور تیسرے ماہ میں ضلع کمیٹی کی میٹنگ رکھی جائے، اس طرح سے نہ صرف کمیٹی متحرک رہے گی؛ بلکہ پیش آمدہ مسائل پر کام ہوگا اور ضلع وبلاک کی رپورٹ بھی سامنے آتی رہے گی، (۲) موجودہ حالات میں مدارس ومساجد کے نظام کو مستحکم بنانا وقت کی ضرورت ہے، یہاں سے ایمان واسلام کی شمعیں روشن ہوتی ہیں اور یہیں سے دین اسلام کو فروغ ملتا ہے، مساجد میں باضابطہ مکتب کا نظام قائم کیا جائے (۳) اوقاف کی زمینیں مسلمانوں کا قیمتی اثاثہ ہیں، مسلمان اس سے دستبردار نہیں ہو سکتے، ضلع مدھوبنی میں اوقاف کی کتنی زمینیں ہیں اس کا ایک سروے ہونا چاہیے، اس سلسلے میں ضلعی اوقاف کمیٹی سے بھی مدد لی جا سکتی ہے (۴) آج کے اس پرفتن دور میں ایمان کی حفاظت اور اسے بچالینا ایک بڑی ذمہ داری ہے، معاشرہ اور سماج میں جس تیزی سے برائی پھیل رہی ہے اور مسلمان اس کا شکار ہو رہے ہیں خصوصاً مسلم بچوں اور بچیوں کا ایک طبقہ اپنے دین وایمان سے دور جا رہا ہے، بنیادی دینی تعلیم سے محرومی، گاؤں میں مکتب کا نہ ہونا، گھروں میں تربیت کی کمی، مسلم بچیوں کا ارتداد، مسلم نوجوانوں میں ایمانی کمزوری، شراب نوشی، فحش اور بے کار کے کاموں میں وقت کی بربادی، شادی و بیاہ میں فضول خرچی، جہیز و تلک کا بڑھتا رجحان، طلاق کا غلط استعمال اس کی بنیادی وجوہات ہیں اس لیے بیواؤں اور یتیم بچوں کی کفالت اور ان کی تعلیم کا انتظام، غریب بچیوں کی شادی جیسے اہم مسائل پر غور وفکر کرنا اور سماج کو تلک اور جہیز کی لعنت جیسی گندگی سے بچانا ہر مومن کی ذمہ داری ہے؛ چنانچہ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے ہر پہلو پر عمدہ گفتگو فرمائی، انہوں نے فرمایا کہ عہدے کا احساس کبر پیدا کرتا ہے، جس سے کام میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں جب کہ احساس ذمہ داری سے تنظیمیں مضبوط ہوتی ہیں، اس لیے ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے، مفتی صاحب نے ان بُرائیوں کے سدباب کے لیے بھی کئی اہم تجاویز پیش کیں جسے ضلع و بلاک کے صدور وسکریٹریز نے قبول کیا اور عمل کرنے کی یقین دہانی کرائی، ضلع مدھوبنی میں تنظیم امارت شرعیہ کی ایک آفس کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی، الحمدللہ ضلع وبلاک کے صدور وسکریٹریز کی محنت وکاوش سے دارالقضاء کی موجودہ عمارت میں اس کام کے لیے کمرہ مختص کیا گیا اور ضروری اشیاء کی فراہمی کی گئی، جس کا افتتاح مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کے دست مبارک سے عمل میں آیا، ضلعی سطح کے ذمہ داروں کے درمیان اسناد کی تقسیم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کیا جب کہ بلاک سطح کے ذمہ داروں کو مفتی انوار احمد صاحب نے اسناد سپرد کیں، اس طرح مدھوبنی پہلا ایسا ضلع بن گیا جہاں کے ذمہ داروں کو امارت شرعیہ کی جانب سے اسناد عطا کیے جا چکے ہیں، تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی سے مجلس کا آغاز ہوا جسے مدرسہ فلاح المسلمین کے طالب علم نے پیش کیا، اس مشاورتی اجلاس کو کامیاب بنانے میں مفتی انوار احمد صاحب صدر ضلع کمیٹی مدھوبنی، مفتی محمد امداد اللہ صاحب قاضی شریعت مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر، مولانا نبی حسن صاحب معاون قاضی شریعت گواپوکھر، مفتی مسیح احمد صاحب استاذ مدرسہ فلاح المسلمین نے اہم رول ادا کیا، اس اجلاس میں مفتی ابوذر قاسمی صاحب سرپرست ضلع کمیٹی مدھوبنی، مفتی روح اللہ قاسمی صاحب نائب صدر ضلع کمیٹی، مولانا مفتی مہتاب صاحب جوائنٹ سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ مدھوبنی، مولانا رضوان احمد صاحب مظاہری قاضی شریعت یکہتہ، مولانا عبدالباسط صاحب قاضی شریعت مدھے پور، مولانا اظہار الحسن صاحب معاون قاضی شریعت مدرسہ محمود العلوم دملہ، مولانا عبدالغنی صاحب، مفتی مہتاب صاحب گیدر گنج، مولانا محمد ابوبکر رحمانی صاحب، مولانا منظور الحق صاحب شمسی، قاری مطیع الرحمٰن صاحب، مولانا ریاست حسین صاحب، مولانا عبدالحفیظ نعمانی صاحب، مولانا محمد شاہد حسن صاحب، مولانا منظور احمد صاحب، ماسٹر مشتاق صاحب، ماسٹر عبدالمجید صاحب، مکھیا پرویز عالم صاحب، مکھیا وصی احمد صاحب، ماسٹر رضوان عالم صاحب وغیرہ شریک تھے، مرکزی دفتر امارت شرعیہ سے مولانا منت اللہ حیدری، مولانا عبداللہ جاوید کارکن شعبۂ تنظیم مولانا محمد عمر مبلغ امارت شرعیہ شریک تھے، آخر میں مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

امارت شرعیہ نے سو سالوں سے ہر میدان میں ملت کی رہنمائی کی ہے: قاضی شریعت

بنیاد ہے، دنیا کے تمام رشتے اسی کے گرد گردش کرتے ہیں، اسلام میں رشتے داری اور قرابت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، قرآن وسنت میں میاں بیوی کے حقوق کی وضاحت اور تفصیلات موجود ہیں، دین اسلام نے صالح معاشرہ کی تشکیل میں خاندانی نظام کو بڑی اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ عبادات کے علاوہ قرآن پاک میں سماج اور معاشرت کے اصول وآداب کثرت سے وارد ہوئے ہیں، اسی کے پیش نظر عائلی مسائل کے حل کے لیے امارت شرعیہ کے اکابرین نے دارالقضاء کا مبارک نظام قائم فرمایا، جو سو سالوں سے مسلسل بہار اڈیشہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال کے خاندانی تنازعات حل کرتے مصروف ہے، ابھی الحمدللہ امارت شرعیہ کے 91 دارالقضاء خدمت میں مصروف ہیں، مذکورہ باتیں امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قاضی شریعت حضرت مولانا مفتی انظار عالم قاسمی نے مورخہ 28/جنوری کو ضلع لاتیہار کے بالوماتھ میں امارت شرعیہ، علما، ائمہ مساجد، اور دانشوران کے عظیم الشان اجلاس سے اپنے صدارتی خطاب میں کہیں، انہوں نے اس موقع پر امارت شرعیہ کے احکام کی تنفیذ کے تعلق سے مسلمانوں کی قوت ایمانی اور اللہ کے خوف کا تذکرہ کیا کہ مسلمانوں کو جو قوت محرکہ نماز وروزہ کی ادائیگی پر آمادہ کرتی ہے وہی قوت امارت شرعیہ کے فیصلوں کو تسلیم کرنے پر انہیں آمادہ کرتی ہے۔ جو لوگ سرکاری عدالتوں میں بے دریغ جھوٹ بول کر اپنے بھائیوں اور رشتے داروں کی کھلے عام حق تلفی کرتے ہیں وہی لوگ جب دارالقضاء میں آتے ہیں تو اسلامی نظام کی برکت، قرآن وسنت کی عظمت اور اللہ کے خوف کی وجہ سے سچ بولنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ بھی سچائی ہے کہ ہزاروں ایسے مقدمات جو سرکاری عدالتوں میں تھے جب وہ دین کی بنیاد پر دارالقضاء میں آئے تو صرف ایمانی ودینی نقطہ نظر سے آسانی حل ہو گئے دوسری جانب وہیں اس موقع پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے امارت شرعیہ کی تاریخ، اغراض ومقاصد، سوسالہ خدمات اور اس کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہو؟ کہا کہ امارت شرعیہ دراصل مسلمانوں کی دینی، اسلامی، شرعی، اور اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے سو سالوں پہلے اس ملک میں قائم کی گ،، اس کی بنیاد کتاب وسنت اور خلافت راشدہ کا منہج ہے، موصوف نے اسلام کے اجتماعی نظام پر تاریخی حوالوں سے گفتگو کرتے ہو؟ بتایا کہ جب خلافت عثمانیہ کے سقوط کی سازش چل رہی تھی، اور ملک میں مسلمانوں کی سات سوسالہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا تب ملت کے اکابرین نے مسلمانوں کے اجتماعی نظام اور دارالقضاء جیسے شرعی نظام کو وجود میں لانے کے لیے قیام امارت شرعیہ کی مشترکہ کوشش فرمائی، یہ تنظیم ہمارے اکابرین کی چھوڑی ہوئی تاریخی یادگار ہے، جس کی حفاظت آج کے پر آشوب وقت میں ہم تمام لوگوں کی پہلی ذمہ داری ہے، اس طرح کی تنظیم کی ہندوستانی مسلمانوں کو دین وشریعت کے تحفظ اور ملت کی بقا کیلیے آج ماضی کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ضرورت ہے، ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں امارت شرعیہ کا پیغام یہ ہے کہ نئی نسل کے دین وایمان کی حفاظت کے لیے تمام مسلم آبادیوں میں محلہ کی سطح پر مکاتب کا نظام قائم کیا جائے اور جہاں پہلے سے قائم ہے وہاں مزید استحکام بخشا جائے، امارت شرعیہ کلمہ واحدہ کی بنیاد پر بلا امتیاز مسلک امت کو ایک صدی سے اتحاد کی دعوت دیتی آرہی ہے۔ چنانچہ ہر سطح پر اپنے جملہ اختلافات کو بھلا کر ملت کے حق میں اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کیا جائے، مساجد ومدارس اور اوقاف کی جائیدادآج خطرات کے گھیرے میں ہیں؛ ان کی حفاظت کے لیے تمام دستاویزات کو محفوظ اور اپ ڈیٹ رکھا جائے، اس کے لیے مقامی سطح کے ذمہ داران تحریک چلائیں۔ NRC کی تلوار ابھی بھی ہماری گردن پر لٹک رہی ہے؛ اس کے لیے تمام سرکاری دستاویزات اور زمینی کاغذات کو حرف بہ حرف درست کرالیا جائے، حالات کے پیش نظر ووٹر لسٹ میں نئے ناموں کے اندراج کو ترجیح دی جائے۔ دینی تعلیم کے ساتھ اعلیٰ عصری تعلیم کے لیے خاکہ بنایا جائے اور اس کے لیے ہر گار جین بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں؛ تاکہ ہم اس ملک میں باوقار زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں۔ آج ملت کے سامنے جو مسائل ہیں، ان کو حل کرنا ہم میں سے ہر ایک شخص کی ذمہ داری ہے، ہر کوئی اپنی صلاحیت کے مطابق اپنا کردار ادا کرے، واضح رہے کہ یہ اجلاس ملک کی موجودہ صورتحال کے پیش نظر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کے حکم پر منعقد کیا گیا؛ جس میں ضلع لاتیہار کے تمام بلاک کے حضرات علماء ائمہ مساجد اور دانشوران نے بڑی تعداد میں شرکت کی، اجلاس کا آغاز مولانا مہتاب عالم صاحب کی تلاوت قرآن پاک اور مولانا اکبر علی قاسمی صاحب کی نعت شریف سے ہوا، جبکہ اجلاس کی نظامت کے فرائض جناب مولانا عبدالواجد صاحب چترویدی نے انجام دیے، اجلاس کو کامیاب بنانے میں امارت شرعیہ کے قدیم مبلغ جناب مولانا محمد ارشاد رحمانی اور جناب مولانا اکبر علی قاسمی مبلغ امارت شرعیہ کی بڑی قربانیاں شامل رہیں، جناب مولانا ضیاء اللہ مظاہری صاحب نقیب وصدر تنظیم امارت شرعیہ بالوماتھ وصدر انجمن لاتیہار نے بھی اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ شرکائے اجلاس میں مولانا عبدالواجد چترویدی صاحب مصطفیٰ کالونی بالوماتھ، مولانا عبدالحسیب صاحب نقیب تنظیم امارت شرعیہ و ناظم مدرسہ رشیدیہ جامع مسجد مورپا، مولانا ذاکر صاحب نقیب تنظیم امارت شرعیہ و امام جامع مسجد روہن کلاں، مولانا سہیل اختر صاحب امام ڈومرٹانڈ، مولانا مفتی دانش صاحب قاسمی امام جامع مسجد ناواگڑھ، مجاہد صاحب نائب نقیب تنظیم امارت شرعیہ ناواگڑھ، حاجی عمران صاحب بالوماتھ، حاجی عمر صاحب، حاجی طیب صاحب، حاجی ساجد اشرف، توقیر اختر صاحب ابن حاجی عبداللہ صاحب جامع مسجد بالوماتھ اور مولانا عابد صاحب امام ملت مسجد کے نام قابل ذکر ہیں۔ صدر اجلاس کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

گیان واپی مسجد کے عبوری آڈر و دیگر امور پر مسلم لیڈرشپ کا ردعمل

گیان واپی مسجد کی نچلی منزل میں راتوں رات لوہے کی گرل کاٹ کر اور مورتیاں رکھ کر بہت عجلت میں پوجا کا شروع کروا دیا جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ایڈمنسٹریشن مدعی کے ساتھ مل کر مسجد کمیٹی کے آرڈر کے خلاف اپیل کے حق کو متاثر کرنا چاہتا تھا، ہم اس ملی بھگت کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ حالانکہ عدالت نے انتظامیہ کو اس کام کے لئے ۷ دن کا وقت دیا تھا۔ ہمیں وارانسی ڈسٹرکٹ جج کے فیصلہ پر بھی سخت حیرت اور افسوس ہے۔ ہمارے نزدیک یہ فیصلہ انتہائی غلط اور بے بنیاد دلیل کی بنیاد پر دیا گیا کہ گیان واپی مسجد کے تہہ خانے میں 1993 تک سومناتھ ویاس کا پریوار پوجا کرتا تھا اور اس وقت کی ریاستی سرکار کے حکم پر اسے بند کر دیا گیا تھا۔ 17 جنوری اسی کورٹ نے تہہ خانے کو ضلعی انتظامیہ کی تحویل میں دے دیا تھا، ہم یہ بات واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تہہ خانے میں کبھی بھی پوجا نہیں ہوئی تھی، ایک لغو اور بے بنیاد دعوے کو بنیاد بنا کر ضلعی جج نے اپنی سروس کے آخری دن انتہائی قابل اعتراض اور بے بنیاد فیصلہ دیا ہے۔ اسی طرح آرکیولوجیکل سروے کی رپورٹ کا بھی ہندو فریق نے پریس میں یکطرفہ طور پر انکشاف کر کے سماج میں انتشار پیدا کیا ہے حالانکہ ابھی عدالت میں نہ تو اس پر کوئی بحث ہوئی ہے اور نہ ہی اس کی تصدیق۔ ابھی اس رپورٹ کی حیثیت محض ایک دعوے کی ہے، ضلعی عدالت کے حکم کو انتظامیہ نے جس عجلت میں نافذ کیا اس کا واضح مقصد مسلم فریق کے اس حق کو متاثر کرنا تھا کہ وہ ہائی کورٹ سے فوری کوئی ریلیف نہ حاصل کر سکے۔ اسی طرح ہمارا احساس ہے کہ ضلعی عدالت کو بھی مسلم فریق کو اپیل کا موقع دینا چاہیے تھا جو کہ اس کا قانونی حق ہے، مسئلہ صرف گیان واپی مسجد تک محدود نہیں ہے بلکہ جس طرح متھرا کی شاہی عیدگاہ، دہلی کی سنہری ودیگر مساجد اور ملک کے طول وعرض میں متعدد مساجد اور وقف کی جائیدادوں پر مسلسل بے بنیاد دعوے کئے جا رہے ہے مزید برآں اپنے فیصلے میں اس قانون کو ملک کے سیکولر ڈھانچے کے لیے ضروری قرار دینے اور اس کی پاسداری کی واضح ہدایت دینے کے باجود، عدالت عظمیٰ عبادت گاہوں سے متعلق 1991 کے قانون پر مسلسل خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے، اس نے ملک کے مسلمانوں کو شدید تشویش میں مبتلا کر دیا ہے، کسی بھی جمہوری نظام میں عدالتیں سماج کے مظلوم اور متاثر افراد کی دادرسی کا آخری سہارا ہوتی ہیں لیکن اگر وہ بھی جانبدارانہ رویہ اختیار کرنے لگیں تو پھر انصاف کی دہائی کس سے لگائی جائے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ سپریم کورٹ کے سینئر وکیل محترم دشانت دوے صاحب کی عدالتوں کے بارے یہ رائے حق بجانب ہے کہ ملک کی عدالتیں فرقہ پرستوں کی دست نگر بنتی جا رہی ہیں اور وہ انتظامیہ کی صریح قانون شکنی پر خاموش تماشائی بنی رہتی ہیں۔ ایک انتہائی سینئر وکیل کا ملک کے عدالتی نظام پر یہ سنگین تبصرہ ایک تباہ کن مستقبل کی طرف اشارہ کر رہا ہے، عدالتوں کے متواتر کئی فیصلے ملک کی اقلیتوں اور مظلوم طبقات کے اسی احساس کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ جس کا اظہار وکیل موصوف نے مذکورہ بالا الفاظ میں کیا ہے۔ یہ مسئلہ صرف عدالتوں کے وقار کو باقی رکھنے کا ہی نہیں ہے بلکہ ملک کے انصاف پسند عوام اور اقلیتی فرقوں کو احساس محرومی اور احساس مظلومیت سے بچانے کا بھی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت ملک کے وقار اور اس کے عدالتی نظام اور انتظامی امور کی غیر جانب داری کو سخت خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ جن کا بروقت نوٹس لینا تمام دستوری عہدہ داروں کا اہم ترین فریضہ ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے اس احساس کو صدر جمہوریہ تک جو کہ ملک کا سربراہ اعلیٰ ہے پہنچانے کے لئے ان کے نمائندے کی حیثیت سے ہم نے وقت مانگا ہے تاکہ اس کے تدارک کے لئے وہ اپنی سطح سے کوشش کر سکیں۔ اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں کے اس احساس کو ہم مناسب طریقے سے چیف جسٹس آف انڈیا تک بھی پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

Scanned with CamScanner

مولانا محمد امام الدین قاسمی صاحب ایک نیک اور صالح عالم دین تھے: حضرت امیر شریعت

مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے سابق کارکن نوجوان عالم دین مولانا محمد امام الدین قاسمی صاحب کے سانحہ ارتحال پر بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل صاحب رحمانی مدظلہ العالی نے غم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ مولانا با صلاحیت عالم دین، خوش مزاج اور نیک صفت انسان تھے، دارالعلوم وقف دیوبند سے فراغت کے بعد المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں افتاء وقضاء کی دوسالہ تعلیم حاصل کی۔ ان کی تعلیمی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے حضرت امیر شریعت سادس رح نے مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ میں کارکن منتخب کیا، حضرت امیر شریعت نے مزید فرمایا کہ میں نے ان کی صالحیت کے پیش نظر ڈیڑھ سال قبل جگت سنگھپور اڈیشہ میں قاضی کے عہدے پر معمور کیا مگر وہاں کی آب وہوا راس نہ آنے کی وجہ سے ادارہ سے علاحدگی اختیار کرلی اور پٹنہ کے ایک ادارہ میں خدمت انجام دے رہے تھے، مولانا مرحوم نہایت ہی خوش اخلاق متواضع اور حوصلہ مند عالم دین تھے، دین کی خدمت کو اللہ کی رضا کے لیے انجام دیتے تھے۔ ظاہری طور پر صحت مند اور تندرست تھے لیکن اچانک وصال کی اندوہناک خبر ملی دل دھک سے رہ گیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد زبان سے جاری ہوگیا بلاشبہ ایک نوجوان عالم دین کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ایک علمی سانحہ ہے۔ میں اس غم میں اہل خانہ کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نظام الاوقات برائے امتحان سالانہ ۱۴۴۵ھ

وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ مورخہ ۶ر تا ۱۱رشعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۷ر تا ۲۲رفروری ۲۰۲۴ء روز سنیچر تا جمعرات

۶رشعبان ۱۴۴۵ء سنیچر ۱۷رفروری ۲۰۲۴ء	ابوداؤد شریف ------------ ابن ماجہ	شرح نخبۃ الفکر مع مقدمہ ابن صلاح	آثار السنن مع عقیدۃ الطحاوی	ترجمہ قران کریم از ابتداء تا سورہ نحل	ترجمہ قرآن کریم از بنی اسرائیل تا حجرات	ترجمہ قرآن کریم از سورہ ق تا ختم قرآن	---------	قطر الندی	الفقہ المیسر	القراءۃ الراشدہ ثانی
۷رشعبان ۱۴۴۵ء اتوار ۱۸رفروری ۲۰۲۴ء	ترمذی شریف ------------ مؤطئین	بیضاوی شریف	میبذی مع الفلسفہ	مقامات حریری	مختارات اول معلم الانشاء ثانی از تمرین ۲۶ تا ۶۲	قدوری از بیوع تا ختم کتاب	نور الایضاح مع قدوری تا کتاب الحج	صور من حیاۃ الصحابہ ------- تہذیب الاخلاق	معلم الانشاء اول از تمرین ۴۱ تا ۱۰۰	قصص النبیین ثالث ورابع
۸رشعبان ۱۴۴۵ء پیر ۱۹رفروری ۲۰۲۴ء	طحاوی شریف	مشکوٰۃ شریف مع مقدمہ شیخ عبدالحق	جلالین شریف	ریاض الصالحین	دروس البلاغہ	شرح شذور الذہب	ہدایۃ النحو مع کافیہ	شذا العرف	القراءۃ الراشدہ ثالث	قصص النبیین ثانی مع القراءۃ الراشدہ اول
۹رشعبان ۱۴۴۴ء منگل ۲۰رفروری ۲۰۲۴ء	نسائی شریف مع شمائل ترمذی	ہدایہ رابع	ہدایہ ثالث	ہدایہ اولین	الفیۃ الحدیث	نفحۃ العرب مع مشکوٰۃ الآثار	تیسیر المنطق مع مرقات	قدوری	قصص من التاریخ الاسلامی	--------
۱۰رشعبان ۱۴۴۵ء بدھ ۲۱رفروری ۲۰۲۴ء	بخاری شریف	سراجی	حسامی مع الفوز الکبیر	نور الانوار	شرح وقایہ اولین	شرح تہذیب	القراءۃ الواضحہ دوم مع معلم الانشاء اول	منثورات مع کلیلہ ودمنہ	قصص النبیین خامس	معلم الانشاء اول از تمرین ۱ تا ۴۰
۱۱رشعبان ۱۴۴۵ء جمعرات ۲۲رفروری ۲۰۲۴ء	مسلم شریف	شرح عقائد	دیوان متنبی مع دیوان حماسہ	مختصر المعانی (فن اول) مع تلخیص المفتاح (فن ثانی، ثالث)	اصول الشاشی مع آسان اصول فقہ	القراءۃ الواضحہ سوم مع معلم الانشاء اول از تمرین ۸۱ تا ختم، دوم ۱ تا ۲۵	منہاج العربیہ اول دوم مع القراءۃ الواضحہ اول	معلم الانشاء ثانی	ہدایۃ النحو	-------

۱) تحریری امتحان ہر روز ایک نشست میں ہوا کرے گا۔ امتحان کا وقت ۳ر گھنٹے ۸ر تا ۱۱ بجے متعین کیا گیا ہے، امتحان کی میعاد چھ روز سے کم نہ رکھی جائے۔

۲) جس خانہ میں دو کتابیں لکیر کے اوپر نیچے ایک ہی جماعت کی ہیں تو لکیر کے نیچے والی کتاب کا امتحان اسی دن بعد نماز ظہر لیا جائے۔ اگر کسی ادارہ میں وفاق کے نصاب کے علاوہ کوئی کتاب درجہ میں پڑھائی جاتی ہو تو اس کا امتحان نگراں کے مشورے سے، سوال بنا کر دوسری نشست میں لے لیا جائے۔

۳) تقدیم وتاخیر خلاف مصلحت ہے، دونوں نشستوں کی ابتداء وانتہا منتظمین مدرسہ کے مشورہ سے متعین کرلیا جائے۔ جوابات بہر صورت تین ہی مطلوب ہوں گے۔

۴) امتحانات وفاق کے نصاب کے مطابق لئے جائیں، ندوہ سے منسلکہ مدارس یا درمیان سال میں وفاق سے منسلک ہونے والے مدارس اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔

۵) تجوید وحفظ کا امتحان تین دن ۹ر۱۰ر۱۱رشعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰ر۲۱ر۲۲رفروری ۲۰۲۴ء کو لیا جائے۔

۶) نگراں حضرات کاپیوں پر اپنے دستخط کرکے ہی امیدوار کے حوالے کریں۔

۷) جن مدارس میں عربی درجات نہیں ہیں ان کا سالانہ امتحان آخر کے تین دنوں میں ہوگا۔

(مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی)
ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ

(مفتی انوار احمد قاسمی)
ناظم امتحان وفاق المدارس الاسلامیہ

Scanned with CamScanner

گفتگو اور اس کے تقاضے

ترتیب: عبد العزیز

گفتگو کے لیے عام طور پر صرف منہ کھولنے اور زبان چلانے کی ضرورت ہوتی ہے؛ البتہ کچھ لوگ تھوڑا بہت سوچ بھی لیتے ہیں۔ بعض لوگ جو ذرا زیادہ ''ترقی یافتہ'' ہوتے ہیں، وہ سوچنے کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ سمجھنے کی بھی کوشش کر لیتے ہیں۔ لیجئے بات کرنے اور گفتگو کرنے کے بنیادی تقاضے پورے ہو گئے۔ اس کے بعد گفتگو ہوگی اور گفتگو کے مزے ہوں گے۔ باتیں ہوں گی اور باتوں کی پینگیں ہوں گی۔

گفتگو یا بات کرنے کے مزوں میں سب سے بڑا مزہ یہ ہے کہ انسان دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لوگ آپ کی بات سنتے ہیں اور اپنی رائے بدل لیتے ہیں، آپ کے قائل ہو جاتے ہیں۔ رائے تبدیل کرنا اور رائے سازی کرنا، دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ایک ہے۔ بہت ہٹ دھرموا قع ہوئے ہیں، وہ اپنی رائے مشکل سے بدلتا ہے۔ لوگ گھر بدل لیتے ہیں، ملک بدل لیتے ہیں، جغرافیہ تبدیل کر لیتے ہیں، نئے رشتے ناتے بنا لیتے ہیں، لیکن رائے نہیں بدلتے۔ اس مسئلے کو اَنا سے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ بعض لوگ رائے اس لیے نہیں بدلتے کہ انہیں انا کی قربانی دینی پڑے گی۔ یہ بات بہت سے لوگوں کے بارے میں درست ہے لیکن اکثر لوگوں کے بارے میں درست نہیں، کیونکہ اکثر لوگوں کا مسئلہ انا نہیں، عادت ہوتی ہے۔ یہ اور بات کہ بہت سے لوگ عادت ہی کو اَنا سمجھتے ہیں۔ عادت کا مطلب ایک طرز (Pattern) یا سانچے کی اسیری ہے اور یہ ایک بہت سخت اسیری ہے، مگر بات یہ ہو رہی تھی کہ لوگ رائے بدل لیتے ہیں تو ایک اہم واقعہ ظہور پزیر ہوتا ہے اور اس میں رائے بدلنے والے کے لئے مزے کے ہزار پہلو ہوتے ہیں۔ گفتگوؤں، مباحثوں، مناظروں اور مباہلوں کی اکثر صورتوں میں ان مزوں کو صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ کسی کی رائے بدل دینے کا مطلب اسے فتح کر لینا ہے، مگر فتح و شکست کی یہ نفسیات ایک پست نفسیات ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ گفتگو کے مزے سے تو اکثر لوگ واقف ہیں، لیکن گفتگو کے ہولناک تقاضوں سے کم ہی لوگ واقف ہوتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کی تو یہ بات ہی حیرت کا باعث ہوگی کہ گفتگو کا کوئی ہولناک تقاضا بھی ہو سکتا ہے لیکن اخلاقیات کا سوال اگر دوسری جگہوں پر اٹھتا ہے تو گفتگو کے سلسلے میں بھی ضرور اٹھنا چاہیے۔ حقیقت اور فریب کا معیار اگر زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے سلسلے میں بروئے کار آتا ہے تو گفتگو کے سلسلے میں بھی بروئے کار آئے گا۔ سچائی اور دروغ کا پیمانہ اگر پوری زندگی پر محیط ہے تو گفتگو کا پہلو بھی اس کے تابع ہوگا۔ خیر و شر کا سوال اگر دوسری جگہوں پر پیدا ہوتا ہے تو گفتگو کے دائرے میں بھی ضرور جنم لے گا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اگر میری رائے سے یا میری گفتگو سے کوئی شخص اپنی رائے تبدیل کر لیتا ہے اور میری رائے اختیار کر لیتا ہے تو اس کی ذمے داری کس پر ہوگی؟ ظاہر ہے کہ اگر رائے درست ہے تو پھر ذمے داری کے سوال کی کوئی خاص اہمیت نہیں، لیکن اگر رائے غلط ہو، اس میں جھوٹ کی آمیزش ہو یا وہ بر خود غلط ہو تو پھر ذمے داری کا سوال بہت اہم ہو جاتا ہے۔ فی زمانہ گفتگو یا تحریر کے بارے میں جو گفتگو ہی کی ایک شکل ہے، یہ اخلاقی سوال اٹھایا ہی نہیں جاتا۔ لوگ بات کرتے ہیں، اور اس کے اثرات سے خود کو بری الذمہ محسوس کرتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ 'میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو' والی صورت حال رونما ہو جاتی ہے؛ یعنی اگر کسی نے اچھا اثر قبول کیا ہے تو اس کے سزاوار ہم ہیں اور اگر کسی نے منفی اثر قبول کیا تو اس کا ذمے دار دوسرا ہے۔ گفتگو کے اس تقاضے اور اس ذمے داری کو محسوس کیا جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خیال آتا ہے کہ انسان کی نجات اسی میں ہے کہ بس خاموش رہے بلکہ چپ کا روزہ رکھ لے۔ ''چپ کا روزہ'' کتنی خوبصورت اور بلیغ ترکیب ہے، نہ جانے کس نے وضع کی ہوگی، شاید اسے گفتگو کے اخلاقی تقاضے اور ذمے داری کا شعور ہو!!؟

ظاہر ہے کہ جو لوگ کسی اخلاقیات اور کسی مذہب پر یقین ہی نہیں رکھتے، ان کے لئے گفتگو کے اخلاقی تقاضے کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ وہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ علمی اور دانشورانہ تقاضوں کی بات کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، لیکن جو لوگ مذہب کو مانتے ہیں اور اخلاقیات کو تسلیم کرتے ہیں ان کے لئے اخلاقی تقاضے کا سوال بڑا جان لیوا ہے۔ کوئی بات جب جان لیوا ہو جاتی ہے تو دیکھا گیا ہے کہ پناہ بھی پھر بہت بڑی تلاش کی جاتی ہے۔ گفتگو کے اخلاقی تقاضے کے سلسلے میں یہی ہوتا ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ صاحب اصل بات نیت کی ہے، انسان کی نیت صاف ہونی چاہئے۔ مذہب یہی کہتا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، لیکن مذکورہ دلیل دینے والے لوگ دراصل نیت کا سہارا اس لئے لیتے ہیں کہ نیت کا تعین مشکل ہے اور چوں کہ نیت کا تعین مشکل ہے، اس لئے اس پر پردہ ڈالنا اور اس کی آڑ میں شکار کھیلنا آسان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیت کا تعین مشکل ہے، لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ گفتگو کے حوالے سے نیت کا بھانڈا بیچ چوراہے پر پھوٹتا ہے۔

سلیم احمد نے مولانا مودودیؒ کے حوالے سے کہیں ایک بہت اچھی بات لکھی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ مولانا کی تحریریں پڑھنے کے بعد قاری میں مولانا کے بجائے حق کی حمایت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ مولانا کے حوالے ہی سے نہیں، گفتگو کرنے والے اور حق کے باہمی تعلق کے حوالے سے بھی ایک اہم بات ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ لوگ حق پر لکھتے ہیں مگر ان کی تحریر میں حق پیچھے رہ جاتا ہے اور ان کی شخصیت آگے آ جاتی ہے بلکہ بسا اوقات تو یہ ہوتا ہے کہ بیچارے حق کا دور دور تک سراغ نہیں ملتا۔ ہر طرف لکھنے والے کی شخصیت ہی جلوہ گر ہوتی ہے۔ کہیں اچھلتی کودتی ہوئی، کہیں چھپنے کی کوشش میں مزید نمایاں ہوتی ہوئی، کہیں چیختی ہوئی، کہیں مطالعے میں مصروف، کہیں علم کا اظہار کرتی ہوئی۔ اس قصے کے اتنے منظر ہیں کہ جن کا شمار بھی ممکن نہیں۔

زیر بحث موضوع کے حوالے سے نیت اور موضوع کا باہمی تعلق بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ گفتگو کرنے اور لکھنے والے کے لئے بعض موضوع ایسے ہو سکتے ہیں جن پر بات کرتے ہوئے وہ اپنی نیت کا ایک جائزہ لے سکتا ہے، لیکن کچھ موضوعات ایسے ہوتے ہیں جن پر بات کرتے ہوئے نیت کا خیال تک نہیں آتا۔ مثلاً ایک موضوع تو مذہب ہی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ مذہب پر بات کر رہے ہیں، خلوص نیت سے بات کر رہے ہیں، وہ قرآن کا حوالہ دیتے ہیں اور حدیث کو کوڈ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن وسنت کی ترجمانی کی ہے، لیکن اصل میں ہوتا کیا ہے؟ یہ کوئی راز نہیں، آپ کہیں گے کہ چیر پھاڑ تو کافی ہوگئی، مسئلے کا حل کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ مسئلہ بہت بڑا، بہت اہم، قومی بلکہ عالمگیر ہے اور اس کے حل کے لئے ہمیں کم از کم چیف آف آرمی اسٹاف اور زیادہ سے زیادہ اقوام متحدہ سے رجوع کرنا ہوگا۔

بھارت کا شہری ہونے کیلئے بھارت میں پیدا ہونا کافی ہے

ان دنوں مختلف ذرائع سے سی اے اے این پی آر سے متعلق ہونے والی کاروائی کے سلسلے میں معلومات سامنے آ رہی ہیں۔ پہلے اور بعد کے این پی آر کے فارم کو سمجھانے کیلئے اس کا ایک خاکہ اس طرح ہے۔ 2020 کے این پی آر میں جو کالم بڑھائے گئے ہیں سبھی مذاہب کے کمزور لوگوں اور مسلمان ہی نہیں بلکہ وہ شخص جو بی جے پی مخالفین ہیں ان کی بھی شہریت چھیننے کی سازش ہے۔ کوئی بھی شخص 2020 میں بڑھائے گئے این پی آر کے کالم پر صحیح نہیں اتر سکتا۔ ہمیں 2010 کا ہی این پی آر فارم چاہئے۔ ورنہ ہم کوئی تفصیل نہیں دیں گے۔

NPR 2010 میں کیا تھا؟ (1) شہری کا نام، (2) ہیڈ آف دی فیملی، (3) والد کا نام (4) والدہ کا نام، (5) شوہر/ بیوی کا نام (اگر شادی شدہ) ہیں (6) جنس ((7) یوم پیدائش (8) ازدواجی حیثیت (9) پیدائش کی جگہ (10) قومیت (11) موجودہ پتہ (12) موجودہ پتہ پر رہنے کی مدت (13) مستقل پتہ (14) پیشہ (15) تعلیمی صلاحیت

NPR2020 میں کیا اضافہ ہے؟ (1) آدھار نمبر (2) موبائل نمبر (3) پین کارڈ (4) ووٹر آئی ڈی کارڈ ((5) ڈرائیونگ لائسنس ((6) پاسپورٹ نمبر (صرف ہندوستانی پاسپورٹ)، (7) گذشتہ رہائش گاہ کی جگہ (8) والد/ والدہ کی پیدائش کی جگہ اور پیدائش کی تاریخ، سبھی کو معلوم ہے کہ 15 اگست 1947 کو ملک انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہوا اور دیش کا قانون، 26 جنوری 1950 کو لاگو کیا گیا۔

قانون کو دیکھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سارے قانون انگریزوں کے، وقت کا ہی ہے، کیونکہ لکھا ہوتا ہے 1860 / 1862 / 1883 / وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا بھارت میں کوئی قانون داں نہیں تھا جو 1947 کے بعد کا قانون ہی لکھتا اور درج ہوتا 1947 / 1948 / 1945 وغیرہ۔ خیر لکھے گئے قوانین کو ہمیں ماننا ہی ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی ضروری ہے۔ وقتاً فوقتاً سرکاریں نئے قوانین بناتی رہتی ہیں۔ کانگریس بھی یہی کام کرتی تھی جو آج موجودہ حکومت کر رہی ہے۔

چنانچہ ایس ایم شمیم الدین (شمیم جانباز) بانی و جنرل سکریٹری ہندو مسلم انڈین کمیٹی (H.M.I.C) نے کئی سوال اٹھائے ہیں۔ (1) کیا حکومتیں ایسا قانون بنائے جو قانون کے بنیادی ڈھانچوں کو ڈھادے؟ (2) وہ قانون بنائے جو ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو جائے؟ (3) وہ قانون بنائے جس سے عوام کو نقصان پہنچے؟ (4) یا ایسا قانون بنادے جس سے کسی کمیونیٹی کو نقصان پہنچے؟ (5) کسی مذہب کے لوگوں کی شہریت چھیننے کے ارادہ سے کوئی ظالمانہ قانون بنا دیا جائے تو کیا خاموش رہنا چاہئے؟ (6) حکومت کہتی ہے یہ کاغذات، وہ کاغذات آپ کی شہریت کا ثبوت نہیں ہے۔ آگے شمیم جانباز نے یہ بھی سوال کیا ہے کہ حکومت کے ان قوانین کو مان لینا چاہئے جو ملک اور عوام کو نقصان پہنچاتا ہو؟ ہمارے خیال میں دانشمندوں کو اور وطن پرستوں کو اور ایماندار لوگوں کے حلق سے یہ بات نہیں اترے گی۔ ظالمانہ قوانین کے خلاف ہمیں آواز تو اٹھانا ہی چاہئے۔ آگے صدر جمہوریہ ہند، سپریم کورٹ، مرکزی حکومت اور وزیر اعظم کے ساتھ ساتھ وزیر داخلہ سے بھی سوال کیا ہے۔ (1) کیا بھارت میں پیدا ہونے والے لوگ بھارت کے شہری نہیں ہیں؟ (2) آپ ہی اس بات کو بتائیں کہ شہری ہونے کیلئے کون سے کاغذات آپ مانگیں گے؟ اور آپ بھی وہ کاغذات دکھائیں گے؟ اسے صاف کریں، بھارت کا شہری ہونے کیلئے یہاں پیدا ہونا کافی ہے یا کسی کے باپ کا بھارتیہ ہونا بھی کافی ہے۔

عہد حاضر میں امارت شرعیہ کی معنویت

اس وقت ملک میں انقلاب وحوادث کے جو طوفان اٹھ رہے ہیں ان سے ہر حساس مسلمان کا دل مضطرب ہے؛ تاہم کچھ ناعاقبت اندیش لوگ غیر ضروری مسائل میں الجھ کر اپنی توانائی کو ضائع کر رہے ہیں کاش ہم ہوا کے رخ کو پہچانتے اور غفلت کی نیند سے بیدار ہوتے کہ یہ وقت داخلی انتشار وخلفشار کا نہیں؛ بلکہ اپنی سرحدوں کو حفاظت اور اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزمائی کا ہے موجودہ حالات وخطرات کا مقابلہ ہم اسی وقت کر سکیں گے جب ہمارے اندر وسعت ظرفی ہو وسیع النظری ہو اور حالات کے گرد و پیش سے باخبری ہو اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ امارت شرعیہ کے فکر وعمل کو سینے سے لگایا جائے، یہاں کے اکابر سے گہری عقیدت ومحبت رکھی جائے اجتماعی قوت کو بروئے کار لایا جائے یہی حالات کا تقاضا ہے وقت کی ضرورت ہے (از رضوان احمد ندوی)

Scanned with CamScanner

علماء کرام کا مقام و مرتبہ

مولانا رضوان احمد ندوی

انسان کی سماجی زندگی مذہبی اقدار کی حفاظت اور ملی تشخص کے تحفظ سے ہی استوار رہتی ہے۔ جس طرح ہوا اور پانی انسانی زندگی کے لئے شاہ کلید کی حیثیت رکھتے ہیں، اسی طرح دین و مذہب انسانوں کے لئے چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے ذریعہ ہی انسان مہذب و شائستہ اور صاحب کردار انسان بنتا ہے، اگر ملک اور سماج میں علماء اور مذہبی رہنما موجود نہ ہوں تو سماجی زندگی بے سمتی کی زندگی بن کر رہ جائے گی، لوگ فکر آخرت سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ دینی پیشوا ان کے لئے عمل کی راہ متعین کرتے ہیں۔ نیکی کو پھیلاتے ہیں اور برائیوں کو مٹانے کی جدو جہد کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ علماء کرام زمین کے چراغ ہیں اور انبیاء کے قائم مقام ہیں۔ العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء اور کہیں فرمایا "العلماء امین فی الارض کہ عالم زمین پر اللہ کا امین ہے۔ وہ سوسائٹی کی دینی و اخلاقی رہنمائی کے ذمہ دار ہیں۔ ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ العلماء ورثة الانبیاء علماء انبیا کے وارث ہیں، انبیاء نے دینار و درہم کی میراث نہیں چھوڑی، بلکہ ان کی میراث علم ہے، پس جس نے ان کا علم حاصل کیا اس نے بڑا حصہ پایا، وراثت کا یہ شرف عظیم ذمہ داریوں کے ساتھ ان کی دوش پر ڈالا گیا کہ وہ معاشرہ اور سماج کو حق و صداقت کی راہ دکھلائیں اور انسانیت کو عدل و انصاف، امن و شانتی کا پیغام سنائیں۔ ہم سب کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہئے کہ آج دنیا میں دینی اقدار اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی جو قندیلیں روشن ہیں وہ انہیں علماء کرام کی مصلحانہ کوششوں کا ثمرہ ہے۔ علماء کرام کی اس دینی و مذہبی حیثیت کو حدیث پاک میں ایک دلنشیں مثال کے ذریعہ سمجھا گیا ہے کہ زمین میں علماء کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان میں ستاروں کی، جن سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راستے کی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ پھر اگر ستارے ڈوب جائیں تو قریب ہے کہ راہ چلنے والے راستہ سے بھٹک جائیں۔

علماء کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ وہ سماج میں قبلہ نما کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح قبلہ نما سے سمت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ جانب غرب ہے، یہ مشرق ہے، یہ جنوب و شمال ہے اسی طرح علماء کرام امت کو صحیح سمت میں چلانے اور راہ حق پر چلنے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کہا کرتے تھے علماء دنیا کے لئے روشنی کا مینارہ ہیں۔ انہیں سے وہ نور پھوٹتا ہے جس سے گم راہ لوگ ہدایت پاتے ہیں اور باران رحمت کی طرح ہر جگہ نفع بخش ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں علماء کرام کی عظمت و احترام کو بیان کیا گیا ہے کہیں فرمایا ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں، وجہ ظاہر ہے کہ ان کے اندر خشیت و انابت، زہد و تقویٰ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء اللہ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے بندوں کو جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں علم کی نعمت سب سے افضل و برتر ہے۔ اسی لئے اس نعمت کی نسبت رب کریم نے اپنی طرف کیا۔ اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق۔ اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے آپ کو پیدا کیا اس کے بالمقابل مال و دولت جاہ و منصب اور عزت و شہرت کی نعمتوں کو وقتی اور عارضی قرار دیا۔ المال و البنون زینة الحیاة الدنیا۔ مال و اولاد سب دنیوی زندگی کی زینت ہیں جو وقت اور حالات کے تغیرات کے ساتھ الٹ پھیر ہوتے رہتے ہیں ان میں سے کسی نعمت کو دوام و استقرار حاصل نہیں مال و متاع کے بارے میں نہیں کہا گیا کہ اس میں اضافہ کی تمنا کرو یہ دعا نہیں سکھائی گئی کہ انسان کہے رب زدنی مالا اے اللہ میرے مال کو بڑھا دے، یا رب زدنی ملکا اے اللہ بادشاہت میں اضافہ فرما، ہاں علم کے بارے میں یہ ضرور کہا گیا کہ اس کی زیادتی کی دعاء کرو رب زدنی علماء، اے اللہ علم میں اضافہ فرما، اس سے معلوم ہوا کہ علم کا حاصل کرنا عبادت ہے اور صاحب علم کی قدر کرنا کار ثواب ہے۔ یہی وجہ امتیاز ہے جس کے باعث سماج میں علماء کرام قدر و منزلت اور عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ مسلم سماج کا علماء دین اور مذہبی رہنماؤں سے روحانی اور ایمانی بنیادوں پر رشتہ اور تعلق قائم رہتا ہے ان سے ان کے دینی و شرعی احکام و مسائل وابستہ رہتے ہیں لوگ اپنی شرعی زندگی گزارنے کے لئے قدم قدم پر ان کی رہنمائی و رہبری کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی تلقین کی گئی ہے کہ علماء سے مسائل پوچھا کرو جالسو الکبراء وسائلو العلماء، وخالطو الحکماء بڑے لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرو، علماء سے مسائل دریافت کرو، حکماء اور دانشوروں سے تعلق رکھو یہی علماء کرام کہیں منبر و محراب کو زینت بخشتے ہیں دار و رسن ان کی جلوہ سامانیوں سے عزت پاتی ہے۔ کہیں تخت و تاج ان کی ہیبت سے کانپتے ہیں تو کہیں مدارس ان کے قال اللہ اور قال الرسول کے نغمتوں سے گونجتے ہیں۔ کہیں خانقاہیں ان کے وجد و حال اور ذکر و اشغال سے بقعہ نور بنتی ہیں تو کہیں ان کی حق گوئی سے ایوان سیاست میں کپکپی طاری ہوتی ہے۔ وہ امت کی عزت و وقار کو قائم رکھنے کے لئے ہر جہت سے کوشش کرتے ہیں۔ سماج میں امن و آشتی کو فروغ دینے کے لئے احترام انسانیت کے جذبے کو ابھارتے ہیں۔ حقوق و فرائض کی ادائیگی پر لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں۔ سماج میں ایسے علماء صالحین ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے بلا تفریق مذہب و ملت ہر طبقہ کی قابل لحاظ خدمات انجام دیں۔ ان کی نگاہ زندگی کے بدلتے ہوئے تیور سے کبھی نہیں ہٹی جب اور جس وقت امت کو رہبری کی ضرورت پیش آئی بڑھ کر قدم اٹھایا اور کتاب اور سنت کی روشنی میں امت کی رہنمائی کی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش، جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

لیکن علماء کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مقام و منصب کو پہنچانیں وہ عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار کے حامل ہوں اور امت کو صراط مستقیم پر لگانے کو عبادت سمجھیں، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری نے علماء کرام کی ذمہ داریوں پر اظہار خیال فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرات علماء کرام کتاب اللہ اور احادیث رسول اور تمام سنن و آثار سے واقف ہوں جن میں اگر ان کے فضائل مذکور ہوں تو اس کے ساتھ ساتھ ان کے کے فرائض علمی و عملی بھی مذکور ہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ غور و فکر سے کام لیں اور غفلت کو دور کریں۔ اگر آپ ورثۃ الانبیاء ہیں تو صرف علمی اور فنی: آپ وارث کہلانے کے مستحق ہیں، نفس نبوت میں آپ کی وراثت نہیں ہے بس آپ کا فرض ہے کہ انبیاء کرام کے احوال اور واقعات یعنی اعلان حق اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جان توڑ سعی و کوشش کے ساتھ خدمت خلق اور ظلم و جور سے مخلوق الٰہی کو نجات دلانا اور اپنی قوم کو ایک نظم کے ساتھ رکھنا، ملحدین و زنادقہ کے شبہات کا ازالہ کرنا الغرض اس قسم کے تمام امور جو مفصل کتاب اللہ میں مذکور ہے اور یہ سب چیزیں سب کے سب آپ کے فرائض میں داخل ہیں۔ بغور مطالعہ کریں اور اپنے ذمہ دارانہ فرائض کو محسوس کریں اللہ تعالیٰ علماء کو اس مشن و تحریک کا حامل بنائے اور ان کی اصلاحی و اخلاقی تحریکات و کاوشوں کو قبول فرمائے۔

کمپیوٹر اور موبائل - کتابوں کا نعم البدل نہیں بن سکتیں

ڈاکٹر یوسف رامپوری

ایک زمانہ تھا جب 'کتاب' لوگوں کی بہترین ساتھی ہوا کرتی تھی۔ لوگ سفر و حضر ہر جگہ اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے، صرف الماری، میز اور طاق ہی نہیں بلکہ چارپائی اور پلنگ کے سرہانے بھی 'کتاب' سے آباد ہوتے تھے تا کہ فارغ وقت ملتے ہی کتاب کی ورق گردانی کی جا سکے۔ کچھ لوگ باقاعدہ رات دیر گئے تک موم بتی، ڈبیا یا لالٹین کی مدھم سی روشنی میں کتاب کے مطالعہ میں مستغرق رہتے حتی کہ نیند انھیں اپنی آغوش میں لے لیتی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اکثر لوگ سفر کے دوران بھی کتاب سے اپنے رشتہ کو منقطع نہ کرتے۔ چنانچہ جب سفر پر روانہ ہوتے تو دو چار کتابیں اور رسالے بھی تھیلے میں ڈال لیتے اور بس اڈے یا ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر کتاب کھول لیتے اور بس و ٹرین کے انتظار کے ساتھ ساتھ کتاب بھی پڑھتے رہتے تھے۔ اس زمانے میں اسٹیشنوں اور بس اڈوں پر کتابوں اور رسالوں کے اسٹال لگے ہوتے تھے، پڑھے لکھے حضرات ان کے پاس ضرور پہنچتے، ایک نگاہ دوڑاتے اور اپنے ذوق و دلچسپی کے مطابق کوئی کتاب یا رسالہ خرید لیتے اور پھر سفر بھر اس پر نظر جمائے رہتے۔ دوران سفر داستانیں، ناول اور افسانے پڑھنے کا رجحان عمومی تھا۔ اسی لیے ریلوے اور بس اڈے پر لگے بک اسٹالوں پر اخبارات و رسائل کے ساتھ فکشن کی نئی پرانی بہت سی کتابیں بھی ہوتی تھیں جنھیں مسافرین شوق سے خریدتے اور اگر مسافت طویل ہوتی تو چار پانچ سو صفحات کے پورے پورے ناول پڑھ ڈالتے تھے۔

کتب و رسائل میں قارئین کی حد درجہ دلچسپی کے باعث طباعت و اشاعت ایک بڑی صنعت بن گئی تھی۔ جگہ جگہ چھاپے خانے اور مکتبے وجود میں آ گئے تھے۔ بڑے شہروں میں تو کتابوں کی قابل رشک مارکیٹ بھی ہوتیں، جہاں کتابیں خریدنے والوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ علاوہ ازیں قارئین کے لیے جا بجا پبلک لائبریریاں بھی قائم کی جاتی تھیں تا کہ راہ گیر اور جرائد و کتب خریدنے کی استطاعت نہ رکھنے والے قارئین ان سے محظوظ و مستفید ہو سکیں۔ اکثر باذوق حضرات اپنے گھروں میں چھوٹی بڑی ذاتی لائبریریوں اور دار المطالعہ کے لیے کوئی جگہ مختص کر دیتے تھے۔

اس وقت کتابوں اور رسالوں کو باعث افتخار بھی سمجھا جاتا تھا لیکن اب کتب و رسائل کے حوالے سے سارا منظر نامہ یکسر تبدیل ہو گیا ہے۔ اب کتابوں کے بازار اجڑ گئے ہیں، مکتبے ویران ہوتے جا رہے ہیں اسٹیشنوں اور بس اڈوں کے کتب اسٹال پکوڑے اور چائے کے ٹھیلوں میں تبدیل ہو گئے ہیں، اشاعت گھروں کو مقفل کر دیا گیا ہے یا انھیں ختم کر کے ان کی جگہ گاڑیوں کے اسٹینڈ بنا دیے گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ باذوق اور صاحب استطاعت حضرات کی چھوٹی بڑی ذاتی الائبریریاں بھی ندارد ہو گئی ہیں بلکہ شہروں کے چوراہوں اور شاہراہوں سے بھی پبلک لائبریریوں کا صفایا ہو گیا ہے، اگر دو چار فیصد عوامی لائبریریاں باقی ہیں تو وہ دن بھر قارئین کی راہ تکتی رہتی ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ کتاب کی شاندار ثقافت و روایت کے زوال پذیر ہونے کا عرصہ چند برسوں پر ہی محیط ہے یا اس سے بھی کم کل ہی کی تو بات ہے کہ ہر جگہ کتاب گھر کے چرچے تھے کتابوں کے خریداروں کی بازاروں میں چہل پہل تھی، چھاپہ خانوں میں پریس مشینوں کے پہیے تیزی سے گھوم رہے تھے لیکن پھر آناً فاناً ان سب پر بریک لگ گیا۔ جیسا کہ کرنٹ جانے کے بعد چلتی مشینیں بند ہو جاتی ہیں، چمکتے دمکتے شہر اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں۔ بیسویں صدی کو کتابوں کا زریں دور کہا جا سکتا ہے لیکن جیسے ہی دنیا نے اکیسویں صدی کی دہلیز پر قدم رکھا اور چند برس گزرے آناً فاناً کتب و رسائل اور اس سے جڑی ہوئی چیزیں منظر نامے سے اوجھل ہونے لگیں۔ دراصل اکیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی کمپیوٹر اور موبائل کو فروغ ملنے لگا، پھر جیسے ہی بلیک اینڈ وائٹ موبائل انڈرائیڈ موبائل میں تبدیل ہوا اور انٹرنیٹ کنکشن نے موبائل میں کام کرنا شروع کیا، ایک انقلاب آ گیا۔ عوام و خواص سب کی نگاہیں موبائل اسکرین پر مرکوز ہو گئیں موبائل کی اسکرین ہی منظور نظر اور سرچ و ریسرچ کا محور قرار پائی، یہاں تک کہ طباعتی مواد کو بھی اسی پر تلاش کرنے اور پڑھنے کی کوششیں شروع ہو گئیں کمپیوٹر اور موبائل کی اسکرین نے صارفین کو مایوس نہیں کیا اور ان کے سامنے اچھا خاصا طباعتی مواد لا کر پیش کر دیا۔ قارئین کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ان کے موبائل اور کمپیوٹر کی اسکرین پر کتابوں اور رسالوں کے اوراق ابھرنے لگے اور ای لائبریریاں نمودار ہونے لگیں۔ لہٰذا کاغذ پر چھپی ہوئی کتاب کو ساتھ رکھنے اور کاغذ پر مرقوم لفظوں پر نگاہ جمانے کو بے معنی اور بے وقعت خیال کیا جانے لگا۔ یہی نکتہ کتاب کے زوال کا سبب بن گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی موبائل یا کمپیوٹر کی اسکرین زیور طبع سے آراستہ کتب و رسائل کا نعم البدل بن گئی؟ کیا کتاب کی ضرورت و افادیت ختم ہو گئی؟ کیا کتاب سے رشتہ منقطع کر کے اور موبائل پر پوری طرح تکیہ کر کے انسان کا مطالعہ وسیع ہوا، نگاہ بلند ہوئی اور اس کی فکر میں گہرائی آ گئی؟

لاریب موبائل اور کمپیوٹر نے انسانی ترقی کی رفتار کو تیز کر دیا ہے مگر جہاں تک کتاب کی بات ہے تو کمپیوٹر اور موبائل کی اسکرین ہنوز کتاب کا نعم البدل نہیں بن سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ برق رفتاری سے کتب خانے ای لائبریریوں کی شکل میں تبدیل ہو رہے ہیں اور پرنٹ کتابوں کو جو انٹرنیٹ پر اپلوڈ کیا جا رہا ہے، مگر کتب بینی یا مطالعہ کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کاغذ پر پرنٹ شدہ کتابیں جیسے ہی انٹرنیٹ کے راستے موبائل اور کمپیوٹر کی اسکرین پر نمودار ہوتی ہیں۔ ان کی افادیت کم سے کم تر ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ جس قدر یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ کاغذ پر چھپی ہوئی کتابوں کو دیر اور دور تک پڑھا جا سکتا ہے نسبتاً اسکرین پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں پڑھا جا سکتا۔ (بقیہ ص:۱۳ پر)

Scanned with CamScanner

روح کی بیماریاں اور ان کا علاج

مفتی محمد عبداللہ قاسمی

نفس کا تزکیہ اور اخلاق کی پاکیزگی وقت کی اہم ضرورت ہے، دینوی واخروی فلاح وکامیابی کی شاہ کلید ہے، نفس کی تطہیر اور اس کا تزکیہ کرنے سے انسان کا اپنے خالق حقیقی سے رشتہ مضبوط اور پائیدار ہوتا ہے، دل کو سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے، جب انسان اپنے دل کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک کرتا ہے تو اس کو اللہ کی محبت ومعرفت حاصل ہوتی ہے، اس کے دل کی خزاں رسیدہ کھیتی سرسبز وشاداب ہوتی ہے، باطن کے تزکیہ سے انسان کے ظاہری وبیرونی زندگی پر مثبت اور خوش گوار اثرات پڑتے ہیں، انسان کے اعمال واخلاق درست ہوتے ہیں، فکر آخرت کی شمع فروزاں ہوتی ہے، اور شریعت کی ہدایات پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تزکیہ واصلاح باطن کی اہمیت: چوں کہ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن ہر مومن کے لئے ضروری ہے، اور اس کے نتیجہ میں اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ وجود پذیر ہوتے ہیں؟ اسی وجہ سے قرآن کریم کے اندر سورہ مومنون کی ابتدائی آیات میں فلاح وکامیابی سے ہم کنار ہونے والے مومنین کی جہاں دیگر صفات ذکر کی گئی ہیں وہیں ایک صفت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ وہ اپنے دلوں کا تزکیہ کرتے ہیں، ارشاد ربانی ہے مومن فلاح پا گئے جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اور لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جہاں دیگر مقاصد بیان کیے گئے ہیں وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرض منصبی یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے قلوب کا تزکیہ کرتے ہیں، اور ان کے باطن کی اصلاح کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ ان میں ہی ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے قرآن کی آیات پڑھتے ہیں، ان کو کتاب اور حکمت ودانائی کی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں، اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔ (آل عمران:۱۶۴) اللہ جل شانہ نے جنت میں داخلے کے لئے تزکیہ نفس کو ضروری قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ان کے لئے جنت میں باغات ہیں جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، یہ اس شخص کا بدلہ ہے جس نے تزکیہ کیا (طہ:۷۶) ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: یقیناً فلاح پا گیا وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کیا، اور ناکام ونامراد ہو گیا وہ شخص جس نے اس کو آلودہ کیا (الشمس:۹،۸)

تزکیہ کا مفہوم: تزکیہ کے لغوی معنی پاک کرنے اور صفائی کرنے کے ہیں، اور اہل تصوف کی اصطلاح میں باطنی بیماریوں سے دل کے پاک کرنے کو تزکیہ واحسان کہتے ہیں، چاند سورج کی طرح یہ ایک سدابہار حقیقت ہے کہ انسان کے اخلاق و اعمال کا منبع دل ہے، اگر انسان کا دل اچھے اور پاکیزہ خیالات کی قرارگاہ ہے تو اس کے اعضاء وجوارح سے اعمال صالحہ صادر ہوں گے، اس کی رفتار اور گفتار میں گلشن سیرت کے عطر بیز پھولوں کی مہک ہوگی، اس کی زبان سے نکلنے والے کلمات پیام ربانی کے ترجمان ہوں گے، اور اس کا ہر اٹھنے والا قدم حکم ربانی کی تعمیل ہوگا لیکن اگر انسان کا دل برے اور مسموم خیالات کی آماجگاہ ہے تو لازمی طور پر انسان کے اعضاء وجوارح سے معاصی اور سیئات کا صدور ہوگا، اس کی رفتار اور گفتار سے ہر کوئی رنجیدہ ونالاں ہوگا، اور اس کا ہر اٹھنے والا قدم خدائے ذوالجلال وحدہ لاشریک سے بغاوت اور سرکشی کے مترادف ہوگا؛ اسی لئے انسان کے ظاہر کی اصلاح اور اس کے اعمال واخلاق کی پاکیزگی کے لئے دل کی اصلاح اور باطن کا تزکیہ موقوف علیہ کی حیثیت رکھتا ہے، اسی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الأوهي القلب (بخاری، حدیث نمبر:۵۲) آگاہ رہو! یقیناً جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ صحیح سلامت رہے تو پورا جسم صحیح سلامت رہتا ہے۔ اور جب وہ ٹکڑا خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، سنو وہ ٹکڑا دل ہے دل ہی چوں کہ اخلاق کا منبع وسرچشمہ ہے، اسلئے اعمال کی صلاح ودرستگی کے لئے دل کا تزکیہ بے حد ضروری ہے؛ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان الله لا ينظر الى صوركم واموالكم ولكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم (بخاری ۲۵۶۴) اللہ تعالی تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے؛ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔

باطنی بیماریاں: ہمارے مسلم معاشرہ میں بہت سے ایسے گناہ پائے جاتے ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے، اور اس میں عام ابتلاء پایا جاتا ہے، اور اسے امت مسلمہ کی بدقسمتی اور حرماں نصیبی کہیے کہ باطنی گناہوں سے ان میں عام غفلت اور لاپرواہی پائی جاتی ہے، اور ان کے گناہ ہونے کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے، چہ جائیکہ اس کی اصلاح وازالہ کی فکر کی جائے اور ان سنگین گناہوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی سنجیدہ جدوجہد کی جائے، ذیل میں چند باطنی بیماریوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

تکبر وخود پسندی: دل کی بیماریوں میں ایک سنگین اور دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد کرنے والی بیماری تکبر وخود پسندی ہے، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو ذلیل وحقیر خیال کرنا ایسا مہلک گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان ذلت وناکامی سے دوچار ہوتا ہے، شکستہ پائی وزبوں طالعی اس کا مقدر ہوتی ہے، تکبر وعجب کی وجہ سے نہ صرف اللہ کا غضب وغصہ نازل ہوتا ہے، اور خدا کی نظروں میں وہ معتوب ہوتا ہے؛ بلکہ خود لوگ اسے حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں، اس کے اخلاقی رویہ سے لوگ پریشان اور کبیدہ خاطر ہوتے ہیں، جب کوئی جماعت اجتماعی طور پر اس مہلک مرض کی شکار ہو جاتی ہے، اور تکبر وخود پسندی ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے تو وہاں ایک دوسرے کے حقوق پامال ہوتے ہیں، اور لڑائی جھگڑے اور کشت و خون کی فضا عام ہوتی ہے، یہ کبر اور عجب پسندی ہی تھی کہ جس کی وجہ سے ابلیس نے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اور اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا، چوں کہ یہ مرض بڑا سنگین اور تباہ کن ہے اور دونوں جہاں میں محرومی وبدبختی کا ذریعہ ہے؛ اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس سے دور رہنے کی تاکید کی ہے، اور مختلف پیرایہ میں تکبر وعجب پسندی کی مذمت بیان کی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا يدخل الجنة من فی قلبه مثقال ذرة من كبر (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۹۱) جنت میں ایسا شخص داخل نہ ہوگا: جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو۔ ایک روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایسا شخص جو کمزور ہو اور لوگ اسے کمزور سمجھتے ہوں لیکن ان کا اللہ عز وجل کی نگاہوں میں یہ مقام ہو کہ) اگر کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالی اسے پوری فرما دیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں جہنمی لوگوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایسا شخص جو سخت جھگڑالو ہو، اکڑ کر چلتا ہو اور متکبر ہو۔ (بخاری، حدیث نمبر:۱۸۴۹) متکبر شخص کے لئے احادیث شریفہ میں جو اتنی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان کا اصل سبب یہ ہے کہ تکبر کا راست اثر انسان کے اعمال واخلاق پر پڑتا ہے،، اگر انسان کے دل میں رائی کے برابر بھی کبر آ جائے تو وہ اس کے اخلاق کے سرسبز پھول مرجھا جاتے ہیں، اور اس کا رویہ دوسروں کے ساتھ منفی اور تحقیر آمیز ہوتا ہے۔

حسد: دل کی بیماریوں میں سے ایک عام بیماری حسد ہے، حسد بہت ہی مذموم اور بری خصلت ہے، کسی کی نعمتوں اور آسائشوں پر حسد کرنا اور اس کے ختم ہو جانے کی تمنا کرنا دراصل قسام ازل کے طریقہ تقسیم پر راضی نہ ہونا ہے، حسد کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ انسان اپنے دینی تشویش وپراگندگی اور رنج وغم کا سامان مہیا کرتا ہے؛ بلکہ وہ خود لوگوں کی نگاہوں میں مبغوض اور قابل نفرت ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس سے کنارہ کش رہنے کی تلقین کی ہے، حضرت زبیر بن عوام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں پچھلی قوموں کے مرض حسد وبغض میں مبتلا ہو جاؤ گے، غور سے سنو کہ حسد وبغض مونڈنے والا ہے، میں نہیں کہتا کہ وہ سر کو مونڈنے والا ہے، لیکن وہ دین کو مونڈنے والا ہے۔ (ترمذی، حدیث:۲۵۱۰) ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے (فتح الغفار الجامع لاحکام سنۃ نبینا المختار، حدیث نمبر:۲۷۶۱) ایک حدیث میں ہے: لوگ برابر خیر اور بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ وہ حسد کے شکار نہ ہوں (کنز العمال، حدیث نمبر:۷۴۴۹) ایک روایت میں ہے تم حسد سے بچو؟ کیوں کہ حسد نیکیوں کو ایسے ہی کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر:۴۹۰۳)

بغض وعداوت: باطنی امراض میں سے ایک مرض بغض وعداوت ہے، کسی کے لئے دل میں بغض اور دشمنی رکھنا اور نفرت کرنا سنگین گناہ ہے، اللہ عز وجل کے غضب وغصہ کا سبب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس مذموم خصلت سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ایک دوسرے سے بغض مت رکھو، ایک دوسرے سے حسد مت کرو، ایک دوسرے سے پشت مت پھیرو، اور تم اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری، حدیث نمبر:۶۰۶۶) اگر کسی وجہ سے نااتفاقی اور ناچاقی پیش آ جائے تو جلد سے جلد صلح کر لینے اور دل کو ایک دوسرے سے صاف کر لینے کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لیئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ (بخاری، حدیث نمبر:۶۰۶۵)

بدگمانی: دل کی بیماریوں میں سے ایک بیماری بدگمانی ہے، بدگمانی وہ زہر ہلاہل ہے جو اجتماعی زندگی کی بنیادوں کو کمزور کر دیتا ہے، اور مہر ووفا اور محبت والفت کے پائیدار رشتہ کو نفرت وعداوت میں تبدیل کر دیتا ہے، یہ وہ جان لیوا مرض ہے کہ جب کوئی گروہ اور جماعت اس مرض کا شکار ہوتی ہے تو بے اعتمادی اور بے اطمینانی کی فضا عام ہو جاتی ہے، اور ایک دوسرے پر الزامات واتہامات کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے، اسی وجہ سے اہل ایمان کو اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! بدگمانی سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے بدگمانی سے بچو؛ کیوں کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، دوسروں کی ٹوہ میں نہ لگو، دوسروں کی جاسوسی نہ کرو، دوسروں پر بڑھنے کی بے جا ہوس نہ کرو، نہ آپس میں حسد کرو اور بغض رکھو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو (بخاری: ۶۰۶۶) یہ وہ باطنی امراض ہیں جن سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی صحبت ضروری ہے، اپنے لوح قلب کو آئینہ کی طرح مجلی ومصفی کرنے کے لئے اپنے کو کسی محرم اسرار اور مرد راہ بیں کے حوالہ کرنا اور ان سے اکتساب فیض کرنا ناگزیر ہے، اس کے بغیر نفس کا تزکیہ اور باطن کی اصلاح کماحقہ مشکل ہے۔ اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کو جملہ ظاہری وباطنی گناہوں سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔

بقیہ: کتابیں۔ کمپیوٹر اور موبائل..........

ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اسکرین پر دیکھی اور پڑھی جانے والی چیزوں کی حالت اور رویو (طائرانہ نگاہ) کی سی ہوتی ہے جب کہ کاغذ پر چھپی کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ اپنے اندر انٹرویو غائرانہ نگاہ) کی سی کیفیت رکھتا ہے۔ اس لیے کتابوں کو اگر کسی طرح کمپیوٹر کی اسکرین پر پڑھ بھی لیا جائے تو بھی وہ ذہن ودل کے نہاں خانوں میں جگہ بنانے سے قاصر رہتی ہیں۔ جبکہ کاغذ پر چھپی کتابوں کے مطالعہ سے نگاہ میں وسعت وعمیق پیدا ہوتی ہے، یعنی بات بصارت سے بصیرت تک پہنچ جاتی ہے اور زاویہ ہائے نگاہ خلق ہونے لگتے ہیں۔ موبائل وکمپیوٹر پر کتابوں کے قارئین اور پرنٹ شدہ کتابوں کے قارئین کے درمیان یہ فرق بآسانی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ کتابوں کے قارئین موبائل کے صارفین کی بہ نسبت زیادہ سنجیدہ سلیقے مند اور وسعت مطالعہ کے حامل ہوتے ہیں۔

کمپیوٹر یا موبائل کی اسکرین پر کتب بینی کے دوران اس بات کے خدشات بھی پنپتے رہتے ہیں کہ کب قاری کی نگاہ یا انگلی ذرا بہک جائے اور وہ خواہی نہ خواہی عبارت کی سطور و بین السطور سے نکل کر اسکرین پر ابھرنے والے مختلف النوع مناظر میں گم ہو کر کسی اور دنیا میں پہنچ جائے۔ یہ محض واہمہ نہیں بلکہ تجربہ ومشاہدہ ہے۔ کمپیوٹر یا موبائل پر مکمل تکیہ کرنے کا ایک نقصان یہ سامنے آ رہا ہے کہ موبائل ہر وقت لوگوں کی جیبوں میں ہی نہیں ہاتھوں میں رہتا ہے اور نگاہ بار بار اسی کی طرف اٹھتی ہے، پھر انگلیاں بھی اسکرین پر رقصاں ہونے لگتی ہیں۔ یعنی کل 'کتاب' انسان کے سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں ساتھ ہوتی تھی، آج موبائل چلتے پھرتے سوتے جاگتے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ کسی چیز کی معلومات درکار ہوتی ہے تو موبائل میں گوگل کر کے اسے حاصل کر لیا جاتا ہے اور پھر اسے فی الفور بھلا بھی دیا جاتا ہے۔ اس طرح رات دن موبائل پر ان گنت چیزوں کی تلاش وجستجو کے باوجود ذہن میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ نہ انسان انھیں یاد رکھنا چاہتا ہے اور نہ وہ یاد رہ پاتی ہیں۔ گویا کہ انسان موبائل کو کتاب کا نعم البدل بنا کر بہت کچھ کھوتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ باقی ماندہ بھی سب کچھ گم ہو جائے اور ذہنی سطح سکڑ کر رہ جائے، آج کے انسان کو بیدار ہو جانا چاہئے اور کتاب کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔ زیادہ دیر تک کتاب سے مقاطعت بنی نوع انساں کا وہ خسارہ ہے جس کی تلافی مدتوں تک نہ ہو سکے گی۔

Scanned with CamScanner

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی

شیر محمد امینی، میوات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ان نقوش کی تلاش وجستجو، جو شب وروز کے لمحات میں بکھرے ہوئے ہیں اور جن کے اتباع کے بغیر کوئی شخص حقیقی فوز وفلاح سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ کا ایک اعجازی پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کا کوئی گوشہ تشنہ تحقیق نہیں، اس اعتبار سے تمام انبیاء سابقین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی اور عائلی زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔ کسی بھی انسان کے اخلاق کی سب سے بڑی آزمائش کی جگہ خود اس کا گھر ہے گھر کے لوگوں سے صبح وشام اور شب وروز کا سابقہ پڑتا ہے گھر کے ماحول میں انسان اپنا ''حقیقی مزاج'' چھپا نہیں سکتا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر اخلاق اس کے ہیں جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہتر اخلاق رکھتا ہو۔''

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خارجی زندگی کی ذمہ داریاں اتنی متنوع اور وسیع تر تھیں کہ ان کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور افراد خاندان کے لیے وقت نکالنا اور ان کے حقوق کی رعایت کرنا، آج کے زمانہ کو دیکھتے ہوئے۔ ایک مشکل ترین بات تھی لیکن حیات مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ازواج مطہرات ہوں یا اولاد، خدام ہوں یا اقربا متعلقین ہوں یا احباب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے حقوق کی رعایت فرماتے اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر آپ اس سے غافل نظر نہیں آتے۔ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حقوق کی فکر دامن گیر رہتی، ایسا بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماتحت افراد کے لیے تندخو اور سخت گیر سرپرست کی حیثیت رکھتے ہوں، بلکہ بیویوں کے حق میں ایک محبت کرنے والے شوہر، اولاد کے حق میں ایک شفیق ومہربان باپ اور خدام کے حق میں ایک فراخ چشم اور حلیم وبردبار آقا کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ابھرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل (ازواج) کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے زیادہ بہتر ہوں۔'' ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے وہ حضرات ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہوں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریبا گیارہ شادیاں کیں اور بیک وقت نو بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب مدینہ میں ہوتے تو عصر کی نماز کے بعد تمام ازواج کے پاس جاتے اور ہر ایک کی ضرورت معلوم کرتے اور اس کی تکمیل فرماتے، ازواج کے مابین شب باشی کی باری متعین ہوتی، گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی پابندی شرعا لازم نہیں تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہ طور خود پوری سختی کے ساتھ اس کا اہتمام کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معمول اور باری کے مطابق حضرت حفصہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہؓ موجود ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہاں؟ یہ حفصہؓ کی باری ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ ازواج کے مابین انصاف کا خیال اور اس سلسلہ میں عنداللہ جواب دہی کا احساس اتنا شدید تھا کہ اللہ رب العزت سے دعا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب سفر پر روانہ ہوتے تو ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا ان کو ساتھ لے جاتے، آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی، راستہ میں بچے کھیلتے ہوئے مل جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سلام کرتے۔ گھر میں بچوں کے ساتھ خوش مزاجی سے پیش آتے، ان کو کاندھے پر بٹھاتے، گود میں لیتے، پیار کرتے، چومتے۔ معلوم ہوا کہ مزاج میں اتنی سختی نہ ہونی چاہیے کہ بچے دیکھتے ہی سہم جائیں اور چھپنے لگیں۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی ضرورت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ میں نے محسوس کیا آپ کچھ اٹھائے ہوئے ہیں میں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھیلی کھولی، اس میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ تھے آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اس شخص سے بھی جو ان دونوں سے محبت رکھے۔ آپ کی عائلی زندگی بھی اسلام کے اس مزاج و مذاق کی آئینہ دار ہے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں عیدالفطر کے موقع سے چند حبشی نوجوان نیزوں سے کھیل رہے تھے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے دیکھنے کی خواہش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے اور گردن کے درمیان سے میں کھیل دیکھتی رہی، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ جب رخصت ہوکر مدینہ آئیں تو اس وقت بھی ان کی عمر زیادہ نہ تھی اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں کا کھیل کھیلا کرتی تھیں، لیکن آپ نے کبھی اس پر ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ کبھی کبھی ازواج مطہرات کی موجودگی میں خوش طبعی کی باتیں بھی کرتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم دونوں ایک ہی برتن سے غسل کرتے اور پانی لینے میں چھینا جھپٹی بھی ہوتی، کبھی دوڑ کا مقابلہ بھی ہوتا۔ ایک مرتبہ دوڑ کا مقابلہ ہوا، حضرت عائشہؓ دبلی پتلی تھیں، آگے بڑھ گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے۔ پھر کچھ زمانے کے بعد یہی مقابلہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقت حاصل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آقاؤں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: لوگو! جو خود کھاؤ، وہی ان کو بھی کھلاؤ، جیسا کپڑا خود استعمال کرو، وہی کپڑا ان کے لیے بھی تیار کرو، وہ تمہارے بھائی ہیں غلام کو بھائی قرار دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیوار کو منہدم فرمایا جو حاکم اور محکوم کے درمیان کھڑی کردی گئی تھی۔ خادموں کے ساتھ شب وروز اور ہر وقت کا ساتھ ہوتا ہے کوتاہی، لغزش، بھول چوک انسانی فطرت ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، لیکن آپؐ نے کبھی اُف تک نہیں کہا۔ اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور جس کام کو میں نہیں کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں فرماتے کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ دس سال کی رفاقت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ''اف'' تک نہیں کہا، یہ تحمل وبردباری اور شفقت کی ایک اعلیٰ مثال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ گھر میں داخل ہوتے تو پہلے سلام کرتے اور ایسا انداز ہوتا کہ سونے والے بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہوں سلام کی آواز سن لیں اگر گھر میں کوئی چھوٹا موٹا کام ہوتا تو خود انجام دے لیتے۔ حضرت اسودؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آکر کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: اپنے گھر والوں کی خدمت یعنی گھریلو زندگی میں حصہ لیتے تھے اور گھر کا کام بھی کرتے تھے مثلاً بکری کا دودھ دوھ لینا، اپنے نعلین مبارک سی لینا۔ (زادالمعاد) گھر میں جو کھانا تیار ہوتا حاضر کردیا جاتا آپ کی مرغوب اور پسندیدہ شئی ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ خاموشی اختیار کرتے، لیکن کھانے میں کوئی عیب نہیں لگاتے، دن کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کرتے، رات میں عشاء کی نماز کے بعد غیر ضروری جاگنے کو بالکل ناپسند کرتے، آپ کا بستر بالکل معمولی ہوتا بسا اوقات چمڑے کا بستر ہوتا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی اور کبھی چمڑا ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر آرام فرماتے، ایک کامل اور مکمل انسانی زندگی کی بنیادی شناخت یہ ہے کہ دنیا میں چھوٹے بڑے، حاکم ومحکوم، دوست ودشمن، اپنے اور پرائے، امیر وغریب، ہر سطح اور ہر طبقہ کے لوگوں سے جہاں اس کے تعلقات روشنی میں ہوں اور لوگوں کے لیے مشعل راہ کا درجہ رکھتے ہوں، وہیں اپنی ازواج، خدام، اولاد، متعلقین اور اقرباء ورشتہ داروں میں بھی وہ محبوب ومقبول ہوں اور ان کے ساتھ تعلق وسلوک کے باب میں بھی اس کی زندگی اسوہ اور مثال ہو۔ اس طور پر دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام کی زندگی اپنی مثال آپ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائلی زندگی کا جو نقشہ بنایا اور خود اس پر عمل کرکے دکھایا، حقیقت یہ ہے کہ وہ عائلی اور ازدواجی زندگی کے لیے بہترین نمونہ اور ہر طرح کی بے سکونی کا علاج اور اکسیر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آئینہ میں ہم اپنی گھریلو زندگی کی صحیح صورت گری کرسکتے ہیں۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۵۴/۱۹۶۷/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر، ضلع مدھوبنی)

نرگس پروین بنت محمد الیاس، مقام جتھی، ڈاکخانہ سمری، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد فیروز خان ولد محمد خالق پٹھان، مقام گلرگجوا، ڈاکخانہ ڈیوروا، ضلع سدھارتھ نگر۔

موجودہ پتہ: ایم اے روڈ، رام گولا کمپاؤنڈ، ہٹ میٹ نمبر ا، ممبئی۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف عرصہ دو سال سے غائب غیر مفقود الخبر ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر، ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۴ رشعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۶ رمارچ ۲۰۲۴ء روز بدھ پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ ر بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱۵/۴۳۶/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ معروف گنج، ضلع گیا)

تحلیمہ پروین بنت محمد انور، مقام چتلوکا، ڈاکخانہ چتلوکا، ضلع گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد علی عرف سونو بن ڈاکٹر ریاض، مقام ڈاہا، ڈاکخانہ بہیا، ضلع چترا، جھارکھنڈ۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ معروف گنج، ضلع گیا میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۱ رشعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۲ رفروری ۲۰۲۴ء روز جمعرات پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ ر بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۵/۴۲۶/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ معروف گنج، ضلع گیا)

حلیمہ خاتون بنت مسلم میاں، مقام گھریاواں بھریتی، ڈاکخانہ سنگھ وارا، ضلع گیا۔۔۔فریق اول

بنام

محمد مصطفیٰ ولد محمد سلیم، مقام جگدیش پور، آبگلہ، ڈاکخانہ بنیادگنج، ضلع گیا۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ معروف گنج، ضلع گیا میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۱ رشعبان ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۲ رفروری ۲۰۲۴ء روز جمعرات پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ ر بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

کیرالہ کے گورنر دھرنے پر بیٹھ گئے

کیرالہ کے گورنر عارف محمد خان کیرالہ کے کولم ضلع میں ایس ایف آئی (اسٹوڈنٹ فیڈریشن آف انڈیا) کے خلاف دھرنے پر بیٹھ گئے۔ ایس ایف آئی کے کارکنوں نے گزشتہ کی صبح ان کے قافلے کو کالے جھنڈے دکھائے تھے۔ اس سے ناراض ہوکر انہوں نے ۔ایم سی روڈ پر چائے کی دکان سے کرسی مانگی اور اس پر بیٹھ کر احتجاج شروع کر دیا۔ اس دوران انہوں نے کہا کہ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ پولیس انہیں (ایس ایف آئی طلبا کو تحفظ دے رہی ہے۔ اگر پولیس خود ہی قانون توڑتی ہے تو یہاں امن وامان کون قائم رکھے گا؟ اس کے بعد پولیس نے ایس ایف آئی کے 17 کارکنوں کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔ 2 گھنٹے کے بعد جب پولیس نے انہیں ایف آئی آر کی کاپی دکھائی تو وہ وہاں سے اٹھے۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ یہاں دھرنا دینے نہیں بیٹھے تھے، وہ یہاں صرف پولیس ایف آئی آر کی کاپی ملنے کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ ان کے دھرنے کے بعد وزارت داخلہ نے انہیں اور کیرالہ کے راج بھون کو سی آر پی ایف کا زیڈ پلس سیکورٹی فراہم کیا ہے۔ خود کیرالہ راج بھون نے یہ جانکاری دی ہے۔ ادھر ایس ایف آئی نے گورنر پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ایس ایف آئی کارکنوں کو کرمنل کہا۔ ایک طالب علم نے میڈیا کو بتایا کہ اب ہم انہیں اپنے احتجاج کی طاقت دکھائیں گے۔ ہم یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ایس ایف آئی سمجھوتہ کرنے والی نہیں ہے۔ واضح رہے کہ کیرالہ کے گورنر عارف محمد خان نے پولیس افسران پر قانون کی پیروی نہ کرنے کا الزام لگایا اور ریاستی راجدھانی سے تقریباً 60 کلومیٹر دور نیلا میل میں سڑک پر احتجاج کیا۔ عارف محمد خان یہاں سے تقریباً 70 کلومیٹر دور ایک پروگرام میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ (ایجنسی)

اگلے وزیر اعظم کو بھاجپا نے چھین لیا: اکھلیش یادو

نتیش کمار کے استعفیٰ کے بعد یوپی کے سابق سی ایم اکھلیش یادو نے بھی ٹویٹ کیا ہے۔ اکھلیش نے کہا کہ یہ بی جے پی کی لوک سبھا الیکشن ہارنے کی مایوسی کا نتیجہ ہے جس نے سازش کی اور اپنے ساتھ سازش کر کے مستقبل کے وزیر اعظم کو وزیر اعلیٰ کے عہدے تک محدود کر دیا۔ بی جے پی نے بہار کے لوگوں اور رائے عامہ کی بھی توہین کی ہے۔ عوام اس توہین کا جواب لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی اتحاد کو شکست دے کر دیں گے۔ بہار کا ہر باشندہ بہار کی عزت بچانے اور بی جے پی کو شکست دینے کیلئے اپنا اگلا ووٹ ڈالے گا۔ (ایجنسی)

اب اِدھر اُدھر کہیں نہیں جائیں گے: وزیر اعلیٰ بہار

17 مہینے بعد آر جے ڈی اور کانگریس والے مہا گٹھ بندھن کو چھوڑ کر نتیش کمار ایک بار پھر بی جے پی کی قیادت والے این ڈی اے میں شامل ہو گئے اور نویں مرتبہ بطور وزیر اعلیٰ حلف لیا۔ نتیش کمار کے اس فیصلے سے سب سے بڑا دھکا انڈیا اتحاد اور کانگریس کو لگا ہے۔ علاوہ ازیں نتیش کمار کے ساتھ بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے سمراٹ چودھری اور وجے سنہا سمیت چھ دیگر نے کابینی وزرا کے طور پر حلف لیا۔ راج بھون میں منعقدہ سادہ تقریب میں بہار کے گورنر راجیند روشوا ناتھ ارلیکر نے نتیش کمار کے بعد بی جے پی کے سمراٹ چودھری، وجے کمار سنہا، جے ڈی یو کے وجے چودھری، وجیندر یادو، شرون کمار، بی جے پی کے ہی پریم کمار، ہندوستانی عوام مورچہ (ہم) کے سنتوش کمار اور مومن کمار اور آزاد سمیت کمار سنگھ نے کابینہ کے وزراء کے طور پر حلف لیا۔ اس موقع پر بی جے پی کے حامیوں نے جئے شری رام اور مودی مودی کے نعرے لگائے۔ اس کے ساتھ ہی ایچ اے ایم کے حامیوں نے جے بھیم کے نعرے لگائے اور جے ڈی یو کے حامیوں نے نتیش کمار کے حق میں نعرے لگائے۔ حلف برداری کی تقریب میں بہار قانون ساز کونسل کے چیئرمین دیوش چندر ٹھاکر، بی جے پی کے قومی صدر جے پی نڈا، مرکزی وزیر پشوتی کمار پارس، ایچ اے ایم کے قومی صدر جیتن رام مانجھی، لوگ جن شکتی پارٹی (رام ولاس) کے قومی صدر چراغ پاسوان، جے ڈی یو کے رکن پارلیمنٹ للن سنگھ، بی جے پی لیڈر منگل پانڈے اور راجیو پرتاپ روڈی اور کئی دیگر معززین موجود تھے۔ علاوہ ازیں حلف برداری کے بعد نتیش کمار نے میڈیا کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اب ادھر ادھر کہیں نہیں جائیں گے۔ نتیش کمار نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ بی جے پی کے ساتھ ہم پہلے بھی حکومت میں رہے ہیں اس لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہمارا مقصد بہار کی ترقی ہے اور ہم نے بہار کی ترقی کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے۔

محمد اظہار

یکساں سول کوڈ کا کام تقریباً مکمل۔ جلد ہی مسودہ مل جائے گا: وزیر اعلیٰ اترا کھنڈ

اترا کھنڈ کے وزیر اعلیٰ پشکر سنگھ دھامی نے کہا کہ ریاست میں یکساں سول کوڈ (یو سی سی) کا مسودہ تیار کرنے والی کمیٹی نے اپنا کام تقریباً مکمل کرلیا ہے اور جلد ہی مسودہ پیش کر دے گی، ابھی مسودہ ٹائپ کیا جا رہا ہے۔ پہلے یہ انگریزی میں تھا اب ہندی میں بھی ٹائپ کیا جا رہا ہے۔ مختلف جلدیں بھی بنائی جا رہی ہیں۔ دھامی نے کہا کہ ریاست کے لیے یو سی سی کا مسودہ تیار کرنے والی ماہر کمیٹی کی مدت میں مزید 15 دن کی توسیع کر دی گئی ہے۔ یو سی سی کمیٹی نے اپنا کام تقریباً مکمل کرلیا ہے۔ اسے مرتب کرنے اور کچھ دیگر فارمیلٹیز کو مکمل کرنے کے لیے تھوڑا اور وقت درکار ہے، اس لیے وقت کی مدت میں 15 دن کی توسیع کر دی گئی ہے۔ ہمیں جلد ہی ڈرافٹ مل جائے گا۔ جسٹس رنجنا پرکاش دیسائی کی سربراہی والی کمیٹی کی میعاد اس سے قبل تین بار بڑھائی گئی تھی، جس میں گزشتہ سال ستمبر میں چار ماہ کی تازہ ترین توسیع کی گئی تھی۔ 23 ستمبر 2023 کو وزیر اعلیٰ کے دفتر کے ایک بیان میں کہا گیا ہے، اترا کھنڈ حکومت نے یکساں سول کوڈ کے لیے ماہر کمیٹی کی مدت میں چار ماہ کی توسیع کی ہے۔ یہ پینل 27 مئی 2022 کو تشکیل دیا گیا تھا، اور یہ چوتھی بار ہے کہ کمیٹی کی توسیع ہوئی ہے۔ (ایم این این)

نتیش کی کابینہ میں مسلم چہرے کو جگہ نہیں دی گئی

نتیش کمار نے عظیم اتحاد سے تعلقات توڑ کر نئی حکومت بنائی۔ وزیر اعلیٰ سمیت کل نو افراد نے حلف لیا لیکن اس حلف برداری میں ایک بھی مسلم ایم ایل اے کو پہلے حلف میں نتیش کمار کی کابینہ میں جگہ نہیں ملی جو کافی افسوس کی بات ہے ریاست میں 35 وزیر بنائے جا سکتے ہیں، کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں کے ہمیں بھی جگہ ملے گی کوری برادری سے سمرت چودھری اور بھومی ہار برادری سے تعلق رکھنے والے وجے کمار سنہا کو نائب وزیر اعلی کا عہدہ پہلے ہی کنفرم ہو گیا مگر بہار میں مسلمانوں کی 18 فیصد آبادی ہونے کے باوجود بھی پہلی کابینہ میں جگہ نہیں نتیش کمار جی اقلیتوں کے تحفظ فلاح و بہبود اور حق وحقوق وانصاف کے لئے کافی سنجیدہ مزاج رہے مگر جب نویں مرتبہ وزیر اعلی کی کرسی حاصل کرنے کے وقت اقلیتی طبقے کو بھول گئے یا پھر بھاجپا کے ڈر سے مسلم وزیر کے لئے فیصلے نہیں لے سکے جدیو میں مسلم کے کئی ایم ایل اے اور ایم ایل سی ہیں جن کو چاہتے تو پہلی کابینہ میں جگہ دی جا سکتی تھی مگر اپنی کرسی برقرار رہنے کے دھن میں اقلیت کو بھول گیے ابھی وزارت کی توسیع ہو گی اگر نتیش کمار کے دل و جسم پر بھگوا رنگ نہیں چڑھا ہوگا تو جدیو کوٹے سے کسی مسلم لیڈروں سے وزیر کے لئے چنا جا سکتا ہے۔

طب وصحت

کلونجی - ہر بیماری کی شفا ھے

اللہ عزوجل نے جہاں بیماریاں دی ہیں وہیں شفاء بھی اُتاری ہے، انسان کو صحت مند و تندرست رکھنے کے طریقوں کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اُتارے جانے کے ساتھ ہی ہو چکی تھی اور حضرت انسان نے جڑی بوٹیوں کے ذریعہ اپنے جسم میں رونما ہونے والی منفی تبدیلیوں، زخموں وغیرہ کا علاج کرنا شروع کر دیا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے علاج کے جدید وعصری طریقے ایجاد ہوئے؛ لیکن علاج و معالجہ میں جو قابل بھروسہ طریقہ ہے وہ طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، طب نبوی میں آپ کو بے شمار اشیاء کے استعمال کے بارے میں جاننے کا موقع ملے گا۔

طب نبوی میں کلونجی یا Black Seeds کو کافی اہمیت حاصل ہے چنانچہ ہمارے آقا نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا مفہوم کچھ اس طرح ہے "کلونجی استعمال کیا کرو، اس میں موت کے سواء ہر بیماری کے لئے شفاء ہے"۔ ہمارے پیارے آقا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے؛ چنانچہ آج طب کے غیر معمولی طور پر ترقی کے باوجود طب نبوی کے نسخوں پر دنیا بہت زیادہ توجہ مرکوز کر رہی ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اس ایک حدیث پاک کے ذریعہ عالم اسلام کے سائنسداں، ڈاکٹرس انسانیت کی بڑی خدمت کر سکتے ہیں، وہ اس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ کلونجی کے ذریعہ امراض قلب، امراض دماغ، امراض گردہ، امراض پھیپھڑہ کا کامیاب علاج کر سکتے ہیں، کلونجی کا استعمال کینسر میں بھی مفید ہے، کلونجی کیلشیم، فولاد، زنک، کاپر، تھیامین، نیاسین، فاسفورس، فولک ایسڈ کا بہترین ذریعہ ہے، کلونجی کا تیل 150 سے زائد بیماریوں کے علاج میں فائدہ مند ہے، خصوصاً کئی ایک جلدی، ذہنی، ہضمی نظام سے متعلق بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

کلونجی کے تیل کے استعمال سے پیٹ میں پیدا ہونے والے کیڑے مر جاتے ہیں، اکثر مرد وخواتین کو قبض، گیس، پیٹ خراب ہونے اور سر درد، جوڑوں کے درد، سستی، جلد پر داغ دھبوں، دانت کھاج، کھجلی، پھنسی پھوڑوں، زخموں کے مندمل نہ ہونے، بالوں کے جھڑنے، جسمانی وزن کے تیزی سے بڑھنے وغیرہ کی شکایات رہتی ہیں، ان حالات میں ایسے مرد وخواتین کے لئے کلونجی کا تیل نعمت سے کم نہیں ہے، کلونجی کا تیل جوش دے کر نیم گرم سر پر لگانے سے نہ صرف سر درد دور ہو جاتا ہے؛ بلکہ بال جھڑنے یا بالوں کے گرنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، کلونجی کا تیل سر پر لگانے سے زکام بھی دور ہوتا ہے جب کہ دانتوں، کانوں کا درد بھی کلونجی کا تیل استعمال کرنے سے دور ہو جاتا ہے،

اسی طرح پانی میں پسی ہوئی کلونجی کے غرارے کرنے سے دانتوں کا درد دور ہوتا ہے، مسوڑھے مضبوط اور سانس کی بدبو دور ہو جاتی ہے۔

بعض اطباء کے مطابق کالا نمک کلونجی میں ملا کر کھانے سے پیٹ کا درد بھی دور ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کلونجی کا تیل کان کے درد میں بھی مفید ہے، قوت باہ، پیشاب کی بیماریوں، کولیسٹرول، جسمانی کمزوری، فالج، خواتین میں دودھ کی کمی، معدے کی تمام بیماریوں میں بھی بہت مفید کا ہے، رات میں سوتے وقت آدھا چمچ کلونجی کے تیل کو دودھ میں ملا کر پینے سے سانس کی نالی کا بلغم صاف ہو جاتا ہے،

کلونجی کے تیل کا استعمال قوتِ حافظہ میں اضافہ کرتا ہے، موٹاپا کو دور کرتا ہے؛ چونکہ کلونجی ایک مؤثر OXIDANT ANTI ہے اس لئے انسانی جسم کو بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

غرض کلونجی اور کلونجی کے تیل کے استعمال سے جسم میں پائے جانے والے نقصاندہ بیکٹر یا اور وائرسوں کا خاتمہ ہوتا ہے، جریان، احتلام، سرعت انزال اور پیشاب کے قطروں کا بھی خاتمہ ہوتا ہے، کلونجی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ گرم مزاج اور سرد مزاج دونوں طرح کے مریضوں کے لئے فائدہ بخش ہے، کلونجی کے تیل سے قوتِ مدافعت یا مدافعتی نظام بھی مضبوط ہوتا ہے، کلونجی کا تیل خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے، جلد کو چمکدار اور داغوں سے پاک کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کل خوبصورتی بڑھانے والے پراڈکٹس میں کلونجی اور کلونجی کے تیل کا بڑے پیمانے پر استعمال ہو رہا ہے، جوڑوں کے درد میں بہت مفید ہے۔

سانس کی تکلیف میں بھی فائدہ مند مانا جاتا ہے، ANTI CARCINOGENIC خوبیوں کے باعث کلونجی کا تیل کینسر کے انسداد میں بھی غیر معمولی کام کرتا ہے، اس میں پائے جانے والے وٹامن اے، سی، ای اور کے مدافعتی نظام جگر اور دل کو مضبوط بناتا ہے۔

Volume:64/74,Issue:06R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

ڈوب کر میں نے طوفان کی دیدی خبر
نا خدا بے خبر ہو تو میں کیا کروں
(انورمرزاپوری)

از سر نو تاریخ نویسی کا معاملہ

مولانا عبد الحمید نعمانی

تاریخ ماضی کا ایسا بیانیہ اور رونما ہونے والے واقعات کو مستقبل کی طرف آنے کا عمل ہے جس پر حال کے افراد انسانی کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے، تاریخ میں صرف وہ نہیں ہوتا ہے جو ہمیں پسند اور محبوب و مرغوب ہو بلکہ وہ بھی ہوتا ہے جو ہمارے لیے اذیت ناک، ناپسندیدہ اور ناخوب ہے، وہ مٹھائی کا ڈبہ اور زہر کا پیالہ دونوں ہے، ہمارے ایک تعلق والے صاحب کتابیں پڑھنے کے لیے ہم سے لے جاتے تھے، خاص طور سے سفر پر جانے کے موقع پر، کہتے تھے کہ بھئی وہ کتاب دینا جس میں زوال اور اپنی شکست، تباہی کا ذکر نہ ہو، ہم نے کہا کہ نسیم حجازی کا ناول چاہیے اس میں بلکہ ان کے بیشتر ناولوں میں فتح وشکست اور عروج وزوال کی کہانی لکھی ہے، ''اندھیری رات کے مسافر'' اور تلوار ٹوٹ گئی'' کے نام سے کیا نہیں لگتا ہے کہ بات کہاں سے شروع ہو کر کہاں پہنچی ہوگی اور کہانی کیا ہوگی، لیکن اندھیری رات کا مطلب بہت صاف ہے کہ پہلے روشن اور چمکتا دن ہوگا، ٹوٹی تلوار کا معنی ہے کہ پہلے تلوار صحیح سلامت، مضبوط، کاٹ دار اور خاص طرح کی ہوگی، تاریخ عموماً خاص قسم کی نمایاں چیزوں اور خواص کے ذکر کو اپنے دامن میں جگہ دیتی ہے، جو تاریخ کا مطالعہ اور اس سے رشتہ قائم رکھنا اور کرنا چاہتا ہے اسے تیار رہنا چاہیے کہ اس کا سابقہ امرت اور زہر دونوں سے پڑے گا، تاریخ کے سمندر منتھن سے امرت اور وش (زہر) دونوں نکلتے ہیں، یہ تو مقدر کی بات ہے کہ کس کے حصے میں کیا آتا ہے، بات اصل میں یہ ہے کہ آدرش وادی، سماج کو زہر سے بچانے کی کوشش کرتے ہوئے بسا اوقات خود وش پان (زہر پی) کر کے نیل کنٹھ بن جاتے ہیں، حالاں کہ زہر نکالنے میں راکشسوں کی بھی حصہ داری ہوتی ہے، لیکن وہ صرف امرت پانے کے چکر میں رہتے ہیں، یہی کچھ حال ہندوتو وادی عناصر کا بھی ہے، وہ بہت دنوں سے از سر نو اپنے حساب سے تاریخ لکھنے لکھانے کے منتر کا جاپ کرتے آرہے ہیں، لیکن ان کو معلوم نہیں ہے کہ تاریخ کیا ہے اور تاریخ نویسی کے مسائل وتقاضے کیا ہیں؟ اپنے من کی باتیں، تاریخ کا درجہ نہیں پاسکتی ہیں، تاریخ میں کہیں کہیں کہانی بھی شامل ہوجاتی ہے لیکن اپنی اپنی کہانیاں تاریخ نہیں بن سکتی ہیں، تاریخ نگاری اور تاریخ سازی میں کھلا فرق ہوتا ہے، جیسا کہ تاریخ بنانے اور تاریخ گھڑنے میں واضح فرق ہوتا ہے، اگر آر ایس ایس اور گرو گولولکر نے ملک کی تحریک آزادی میں حصہ نہیں لیا تو اسے تاریخ تحریک آزادی کا حصہ کیسے بنایا جاسکتا ہے،؟ ساورکر نے جیل میں رہتے ہوئے برطانوی حکومت سے آدھے درجن سے زائد بار معافی مانگتے کے ساتھ اس کا نوکر بن کر کام کرنے کی یقین دہانی کرائی تو اسے شجاعت وآزادی کی تحریک وتاریخ کے باب کے تحت کیوں کر درج کیا جاسکتا ہے؟ وزیر داخلہ کو ملک کے مورخین سے شکایت ہے کہ انہوں نے چولوں اور پانڈیوں کی شاندار، قابل فخر سلطنتوں کو بالکل نظر انداز کر کے صرف مغلیہ سلطنت پر توجہ مرکوز رکھی، اس کے پیش نظر ضروری ہے کہ تاریخ کو واقعی شکل میں پیش کیا جائے، انھوں نے کئی ساری سلطنتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان پر مرکوز تاریخ کی کتابیں نہیں لکھی گئی ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، آسام کے اہوم حکمرانوں اور راجاؤں سے بختیار خلجی اور اورنگزیب سے مقابلے کا ذکر بذات خود ترک، افغان اور مغل تواریخ میں خاصی تفصیل سے ملتا ہے، وزیر داخلہ امت ساہ (شاہ صحیح نہیں ہے) کا یہ کہنا کوئی زیادہ معنی نہیں رکھتا ہے کہ ہمیں از سر نو تاریخ نویسی سے کوئی روک نہیں سکتا ہے، تاریخ نویسی سے نہ پہلے روکا گیا تھا اور نہ آج کوئی روک رہا ہے، سوال یہ ہے کہ ہندوتو وادی سماج آج تک کوئی ایسا مورخ پیدا کیوں نہیں کرسکا کہ کم از کم اسے ملک کی سطح پر ہی سہی، مورخ کے طور پر عمومی، خصوصی اعتبار حاصل ہوتا، پی این اوک جیسے تک بندی کرنے والے ہی نمودار ہوتے رہے ہیں جو چاول کی لمبائی سے دنیا کے گول ہونے کا اثبات واستدلال کرتے ہیں، تاج محل میں قبر کی سیدھ میں سوراخ ہونے سے وہ تیجو محالیہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے، تاریخی چیز کا ثبوت تو تاریخ سے ہی ہوسکتا ہے، تک بندی سے نہیں، لکھنؤ کا امام باڑہ، اناڑی پن سے ہندو تاریخی یادگار کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ ایسی حالت میں سپریم کورٹ کو پھٹکار لگاتے ہوئے متوجہ کرنا پڑتا ہے کہ جاؤ تاریخ کا مطالعہ کرو، بھارت میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دل ودماغ سے سوچتے ہیں اور نہ اپنی زبان میں سوچتے ہیں، برٹش سامراج کی طرف سے تاریخ کے نام پر مکروہ مقاصد سے لکھی تاریخ کے بوجھ کو اپنے دوش ناتواں پر ڈھور ہے ہیں، غیر کی زبان میں عموماً نقال پیدا ہوتے ہیں نہ کہ صحیح مورخ اور حقیقت نگار۔ صحیح تاریخ نویسی تو ہمیشہ سے قابل خیر مقدم عمل رہا ہے، لیکن تاریخ کا قتل، تاریخ لکھنا نہیں ہے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ دونوں نے بھارتیہ سنسکرتی کے تناظر میں از سر نو تاریخ نویسی کی ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے لیکن کوئی بھی سابق وموجودہ مورخ نہیں، ان کو واضح طور سے نشاندہی کرنی چاہیے کہ کیا کچھ لکھنے سے رہ گیا اور کہاں غلط لکھا ہے کہ اسے صحیح کرنے کی ضرورت ہے، یقینی طور سے پہلے بھی بہت سی باتوں کو بہت سے تاریخ نویسوں نے صحیح تناظر وپس منظر کے ساتھ نہیں لکھا ہے، لیکن ان کا تعلق کس سے اور کہاں سے ہے، آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد بھی کئی ساری مفروضہ باتوں کو خصوصاً درسی کتابوں میں شامل کر کے اکثریت میں تصوراتی شجاعت وفخر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، کچھ عرصہ پہلے معروف خدا بخش لائبریری پٹنہ نے تاریخ سے کھلواڑ کے عنوان سے ایک سیمینار کرایا تھا جس میں کئی اہل علم وتاریخ نے گمراہ کن اور نفرت انگیز فرقہ وارانہ تاریخ نویسی کی طرف متوجہ کراتے ہوئے مختلف قسم کی اصلاحات پر مبنی تجاویز اور صحیح تاریخ نویسی کے طریقوں کو پیش کیا تھا، ماضی میں ہو چکے واقعات کو آج کے بھارت میں فرقہ وارانہ رنگ میں پیش کرنے کا کوئی جواز ہے اور نہ ضرورت، اکبر کے مقابلے میں مہارانا پرتاپ سنگھ اور اورنگزیب کے مقابلے میں شیواجی کو آج فاتح بنا کر پیش کرنے سے تاریخی حقیقت بدل نہیں سکتی ہے، مفروضہ تاریخ میں اس کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے کہ اورنگزیب نے شیوا جی سے سارے قلعے واپس لے لیے تھے اور مراٹھوں کو مغلوب کر کے بہ قول علامہ شبلی اڑتے بگولوں میں بدل دیا تھا، شیواجی کی، اورنگزیب سے کم عمر ہونے کے باوجود مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہو کر بہت پہلے وفات ہوگئی تھی اور اورنگزیب نے تقریباً 27 / سال بعد تک بلاشرکت غیر پورے کروفر کے ساتھ حکومت کی، اس کا دائیں بازو کے مورخین ذکر نہیں کرتے ہیں، وہ اپنے نظریے کے مطابق بھارت کی جس تہذیب (سنسکرتی) اور راشٹر واد کا بڑے زور شور کے ساتھ چرچا کرتے ہیں اس کی تاریخ کہاں ہے جسے ماضی سے حال کی طرف لا کر از سر نو تاریخ نویسی کا بہتر آغاز کیا سکے،؟ اگر مہا رانا پرتاپ سنگھ اکبر کے مقابلے میں فاتح ہوئے تھے تو میواڑ کی تاریخ اکبر کے مطابق کس طرح بنی؟ اگر مہارانا پرتاپ فاتح بھی ثابت ہوجائے تو اس کا فرقہ وارانہ تاریخ سے کیا تعلق ہوسکتا ہے،؟ مہارانا پرتاپ اور شیواجی کی وہ شبیہ بالکل نہیں ہے جو بتانے دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ حکمرانوں کی تاریخ ہے نہ کہ ہندو مسلم کے حوالے سے اسلام اور ہندو دھرم کے محافظ کی تاریخ، ہندو حکمراں کے سپہ سالار مسلم اور مسلم حکمراں کے سپہ سالار ہندو ہوتے تھے، دونوں کی فوجوں میں ہندو مسلم دونوں ہوتے تھے، یہ ہندوتو وادی مورخین کے حق میں نہیں ہے، پانسرے کو قتل کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب شیواجی میں شیواجی کو ہندوتو وادی نظریے کے برعکس اصل روپ میں پیش کیا ہے، تاریخ کی گڑبڑیوں کو درست کرنا، یقینی طور پر ایک ضروری عمل ہے لیکن اس کا آغاز کیسے اور کہاں سے کیا جائے؟ یہ اپنے آپ میں ایک بڑا سوال اور مشکل اور محنت طلب کام ہے، یہ صرف از سر نو تاریخ نویسی کے نعرے سے پایہ تکمیل تک کیسے پہنچ سکے گا؟

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING-05/02/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421
Scanned with CamScanner